10

اکتوبر 2003ء
شعبان ۱۴۲۴ھ

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

- اچھی تجارت
- بھارت اور اسرائیل کے خفیہ تعلقات کی کہانی
- خوفزدہ آواز
- میں قادیانی سے مسلمان کیوں ہوا؟

شیخ راحیل احمد
سابق امیر جماعت احمدیہ (جرمنی)

- حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قادیانی گستاخیاں
- لازوال بہاریں
- موجودہ سیاسی بحران اور احرار کا موقف

بیاد
سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ
آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

اخبار الاحرار

نورِ ہدایت

القرآن

’’خدا نے مومنوں سے اُن کی جانیں اوراُن کے مال خرید لئے ہیں اوراس کے عوض اُن کے لیے بہشت تیار کی ہے یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں ۔تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں ۔ یہ تورات ،انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اُسے ضرور ہے اور خدا سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اُس سے کیا ہے اُس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔‘‘

(سورۃ توبہ، آیت ۱۱۱)

الحدیث

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ایک مُسلم کے دوسرے مُسلم پر پانچ حق ہیں ۔سلام کا جواب دینا۔ بیمار کی عیادت کرنا۔ جنازے کے ساتھ جانا۔ دعوت قبول کرنا اور چھینک آنے پر ’’یرحمک اللہ‘‘ کہہ کر اُس کے لئے دعائے رحمت کرنا۔‘‘

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

الآثار

پردہ

’’علامہ اقبالؒ نے فرمایا: فطرت کا تقاضا معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جس میں تخلیقی صفات ہیں، پردے میں رہے۔ خدا کو دیکھیئے بے حجاب نہیں، زندگی کو لیجئے اس کے آثار ہم دیکھ سکتے ہیں لیکن بذاتِ خود ہماری نگاہوں سے پنہاں ہے۔غرض وہ چیز جو تخلیق کرتی ہے، روپوش ہے۔‘‘

(’’فیضانِ اقبال‘‘۔از شورش کاشمیری)

ماہنامہ **نقیبِ ختمِ نبوت** ملتان

○ جلد ۱۴ ○ شمارہ ۱۰ ○ اکتوبر ۲۰۰۳ء ○ شعبان ۱۴۲۴ھ

سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت رحمۃ اللہ علیہ

بیاد: **سید عطاء اللہ شاہ بخاری**

ابنِ امیرِ شریعت

بانی: **سید عطاء المحسن بخاری** رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

دل کی بات	اداریہ: جنرل پرویز کا جنرل اسمبلی سے خطاب	مدیر	۲
	حمد باری تعالیٰ (ساگر) نعت (سید ابوذر بخاریؒ)		۴
دین و دانش	اچھی تجارت بیان: سید عطاء المہیمن بخاری ضبطِ تحریر: سید عطاء المنان بخاری		۶
//	// لفظ ''معاویہ'' کی تحقیق	انتخاب: محمد عمر فاروق	۸
//	// آخرت کا غم کھانے والا	شمس نوید عثمانی	۹
افکار	خوفزدہ آواز	سید یونس الحسنی	۱۰
//	// بھارت اور اسرائیل کے خفیہ تعلقات کی کہانی	یاسر محمد خان	۱۳
//	// لازوال بہاریں	محمد عمر فاروق	۱۷
//	// موجودہ سیاسی صورتِ حال اور احرار کا موقف	پروفیسر خالد شبیر احمد	۱۹
//	// اُمتِ مسلمہ کے مخلصین اور مقتدرین	سید یونس الحسنی	۲۳
شخصیت	تذکارِ امیرِ شریعت	ادارہ	۲۵
//	// سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ	مولانا مجاہد الحسینی	۲۶
//	// شورش کاشمیریؒ (قسط اوّل)	میرزا ادیب	۳۱
روشنی	میں قادیانی سے مسلمان کیوں ہوا؟	شیخ راحیل احمد	۳۸
ردِّ قادیانیت	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قادیانی گستاخیاں	مولانا محمد مغیرہ	۴۱
کہانی	''پھکّا''	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	۴۳
گوشۂ نسواں	بچیوں سے باتیں	خیر النساء بہترؒ	۴۵
طنز و مزاح	زبان میری ہے بات اُن کی	عینک فریکی	۴۶
شاعری	ڈر لگتا ہے (شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی) نظم (سید کاشف گیلانی)		۴۸
	پارت (سرائیکی نظم۔ جہانگیر مخلص)		
حسنِ انتقاد	تبصرۂ کتب	ابوالادیب	۵۱
اخبار الاحرار	رہنمایانِ احرار کی تبلیغی و تنظیمی سرگرمیاں	ادارہ	۵۳

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ

○

مدیرِ مسئول

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

چودھری ثناء اللہ بھٹہ

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ

سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ

محمد عمر فاروق

○

کمپوزنگ

الیاس میران پوری

○

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

○

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک: 150 روپے

بیرونِ ملک: 1000 روپے

فی شمارہ: 15 روپے

اکاؤنٹ نمبر: 1-5278

یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ چوک مہربان ملتان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری ○ طابع: تشکیل نو پرنٹرز

مقامِ اشاعت

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان

فون: 061-511961

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

دل کی بات

جنرل پرویز کا جنرل اسمبلی سے خطاب

۲۴ر ستمبر ۲۰۰۳ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ۸۵ ویں اجلاس سے جنرل پرویز مشرف کے خطاب کو خاصی پذیرائی ملی ہے۔ عالمی تجزیہ نگاروں نے تحسین وتنقید کے ملے جلے تأثرات کے ساتھ اس خطاب پر تبصرے کئے ہیں۔ مجموعی طور پر جو تأثر ابھرا ہے اس کے مطابق جنرل پرویز نے سلگتے ہوئے عالمی مسائل پر گفتگو کر کے دنیا کو ان کے حل کی طرف متوجہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا:

''کشمیر اور فلسطین کی تحریک مزاحمت دہشت گردی نہیں۔ یہ آزادی کی مقامی تحریکیں ہیں۔''

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کشمیر اور فلسطین کی تحریکِ مزاحمت دہشت گردی نہیں تو افغانستان اور عراق کی تحریک مزاحمت کیسے دہشت گردی ہے؟ جنرل پرویز نے افغانستان کی پرامن اسلامی حکومت کے خاتمے کے لیے امریکہ کی حمایت کر کے جو بھیانک اور مجرمانہ کردار ادا کیا ہے، وہ تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ اسی طرح عراق میں امریکی مداخلت ومظالم پر اُن کا کردار بھی منافقانہ اور مجرمانہ ہے۔ ہر چند کہ وہ اقتدار کے سنگھاسن پر اپنے غاصبانہ قبضہ کے روزِ اوّل سے ہی امریکی سامراج کی بے جا حمایت کر رہے ہیں اور امریکہ کی خوشنودی وقرب حاصل کرنے کی سعیٔ لاحاصل کر رہے ہیں مگر تا ایں دم امریکہ نے جنرل صاحب کی خدمات پر انہیں کوئی اچھا صلہ نہیں دیا۔

پاکستان سے امریکی مطالبات کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتی۔ اور جنرل صاحب ہیں کہ مانتے چلے جا رہے ہیں۔ جنرل اسمبلی کے خطاب میں انہوں نے اچھی باتیں بھی کیں مگر بعض باتیں انہوں نے ایسی کہیں جن سے اُن کے ذہنی انتشار اور عدم توازن کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کشمیر میں سرحد پار دراندازی روکنے کے لیے پاک بھارت مشترکہ کوششوں میں تعاون کی پیشکش کر کے بھارتی الزام کی تائید وحمایت کی ہے۔ ساتھ ہی سی این این کو دیئے گئے اپنے انٹرویو میں مسٹر بش کی تقریر کی حمایت کی ہے، جس میں بش نے عراق میں امریکی مداخلت کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ عراق میں قیام امن کے لیے دنیا سے تعاون بھی مانگا ہے۔

جنرل پرویز نے امریکہ جانے سے پہلے بیان دیا کہ: ''پاکستان میں اسلامی نظام خلافت کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ اُس دور کے تقاضوں کے مطابق تھا۔''

اور امریکہ پہنچ کر فرمایا کہ: ''اسلام سیکولر اور مستقبل کا مذہب ہے۔''

اُن کے یہ بیانات نظامِ اسلام کی توہین اور اسلام سے اُن کی ناواقفیت اور جہالت کی کھلی دلیل ہے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ صدر پرویز مشرف اپنے ملک کی اسمبلی سے تو ابھی تک خطاب نہیں کر سکے مگر جنرل اسمبلی میں خطاب کر کے وہ ایک طرف امریکہ کو خوش کرنا چاہتے ہیں تو دوسری طرف اسلامی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ دورۂ امریکہ کے دوران اُن کے مختلف بیانات اُن کی ذہنی پسماندگی، اعصابی شکست اور فکری انتشار کے آئینہ دار ہیں۔ اور وہ اپنی اس حالت میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ ''پاکستان

عالم اسلام کی قیادت کرے گا۔‘‘

جنرل پرویز نے اپنے اقتدار کے روزِ اوّل سے جو اقدامات کئے ہیں اور جو پالیسیاں اختیار کی ہیں وہ بُری طرح ناکام ہوچکی ہیں۔ جس ملک کا اپنا اندرونی نظام ہی درست نہ ہو بلکہ ملک میں کوئی نظام ہی نہ ہو، وہ عالم اسلام کی قیادت کا بار کیسے اٹھا سکتا ہے۔ ان پالیسیوں کی وجہ سے ہم اپنے ہمسایہ دوستوں کو بھی اپنا دشمن بنا چکے ہیں۔ ملک کے اندر سیاسی انتشار ہے۔ خاندانی نظام تباہ کر دیا گیا ہے۔ عدلیہ منقار زیرِ پر ہے۔ سیاسی و دینی جماعتیں زیرِ عتاب، پارلیمنٹ بے اختیار اور نئی قانون سازی مفقود ہے۔ اصل آئین ایل ایف او کی زد میں ہے۔ حدود آرڈی نینس، امتناع قادیانیت آرڈی نینس اور دیگر تمام قوانین غیر مؤثر ہیں۔ فحاشی و عریانی اور جرائم کو فروغ ملا ہے۔ مجموعی طور پر ملک میں غیر یقینی کی کیفیت ہے۔ ریاست کا ہر شہری عدم تحفظ کے احساس کا شکار ہے اور موجودہ حکومت اس صورت حال کو اپنی کامیابی تصور کرتے ہوئے مزید جاری اور برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ جنرل پرویز ملک و قوم کے حال پر رحم کریں۔ اُن کی پالیسیوں سے اُمتِ مسلمہ اور خصوصاً پاکستان کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ انہیں اعترافِ جرم کرتے ہوئے مستعفی ہو جانا چاہیے۔

نوابزادہ نصر اللہ خان مرحوم

مجلس احرار اسلام کے اُفق سے طلوع ہونے والا آفتابِ سیاست غروب ہوگیا

پاکستان کے نام ور اور بزرگ سیاست دان، نوابزادہ نصر اللہ خان ۲۶ اور ۲۷ ستمبر کی درمیانی شب انتقال کر گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، جنرل سیکرٹری پروفیسر خالد شبیر احمد، سیکرٹری نشر و اشاعت عبد اللطیف خالد چیمہ اور ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے اُن کی وفات پر اپنے تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ مرحوم نے اپنی سیاست کا آغاز، قیامِ پاکستان سے قبل، مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے کیا۔ ۱۹۴۷ء میں وہ مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری تھے۔ اور اسی حیثیت میں انہوں نے احرار کے وفد کی قیادت کرتے ہوئے کرپس مشن سے ملاقات کی اور تقسیم ہند پر احرار کا فارمولا پیش کیا۔ انہوں نے بھرپور سیاسی زندگی گزاری۔ انہوں نے مولانا ابوالکلام آزادؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور علامہ اقبالؒ کی صحبتوں سے فیض پایا۔ وہ مجلس احرار کے ترجمان روزنامہ ’’آزاد‘‘ لاہور کے ایڈیٹر بھی رہے۔ وہ نادرروزگار شخصیت تھے۔ انہوں نے بیک وقت صحافت، ادب اور سیاست میں حصہ لیا۔ وہ فارسی، اردو کے منفرد شاعر بھی تھے۔ اُن کا لب ولہجہ انتہائی متین اور شریفانہ تھا۔ بڑے سے بڑے سیاسی مخالف کو بھی سطحی انداز میں کبھی مخاطب نہیں کیا۔ ہمیشہ باوقار انداز میں سیاست کی اور اصولوں پر ڈٹے رہے۔ اُن کی سیاسی پالیسیوں سے اختلاف ہوسکتا ہے مگر اُن کے سیاسی وسماجی رویے، اُن کے اعلیٰ اخلاق کے آئینہ دار تھے۔ اُن کے انتقال سے برصغیر کی سیاسی تاریخ کا ایک تابناک عہد ختم ہوگیا۔

’’اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر‘‘

اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

ساگر

حمد باری تعالیٰ

بشر جب خدا آشنا ہوگیا
کرم اس پہ رب کا سدا ہوگیا

جہاں سر جھکایا کسی آدمی نے
وہیں پر وہ جلوہ نما ہوگیا

تری رحمتوں کی عجب بات ہے
جہاں جا بسیں کیا سے کیا ہوگیا

انوکھی روانی سمندر کو بخشی
ہواؤں کا ٹولہ گھٹا ہوگیا

تری نعمتیں ہیں بے حد و حساب
جو مانگا کسی نے عطا ہوگیا

ہر اک سُو ترا رنگ و بُو دیکھ کر
یہ ساگر بھی تجھ پہ فدا ہو گیا

☆☆☆

سید ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ

نعت

کارواں لٹ گیا' دل ستاں گم ہوا' اب جو بچھڑے ہیں ساتھی کدھر جائیں گے
یا مرادِ محبت ملے گی ہمیں یا پھر ارمان لے کے ہی مر جائیں گے

ہم ہیں گل آشنا' ہم تو ہیں باغباں' ہم سے قائم ہے ساری بہارِ چمن
ہم جو خاطر میں لائے نہ صیاد کو' ہم خزاں سے بھلا کیسے ڈر جائیں گے

ہم نقیبِ خلوص و اسیرِ وفا' ہم نے معیارِ الفت دوبالا کیا
روئیں گے یاد کر کر کے اہلِ نظر' کارنامے ہم ایسے بھی کر جائیں گے

درد و غم لے کے آخر کہاں جائیں ہم' اہلِ دل کی یہاں کوئی قیمت نہیں
آپ ہی ہاتھ اپنا بڑھا دیجئے' ورنہ تنہا ہی بے راہ بر جائیں گے

راستہ ہے کٹھن' اور سفر پُر خطر' پھر بھی کچھ غم نہیں
اپنا سایہ ہی سمجھیں' مگر ساتھ لیں' پھر تو ہم باخبر بے خطر جائیں گے

غنچہ ہائے تبسم' سخن کے گہر' آپ کی ہی نگاہوں کے برق و شرر
ہوش و حیرت کے دامن میں سمٹے ہوئے' ساتھ تا حدِ فکر و نظر جائیں گے

آپ کی اک تجلّی کا فیضان ہے' ہیں منوّر مری روح و قلب و نظر
سوچتا ہوں کہ کیا حشر ہوگا بپا' چارسو جب یہ جلوے بکھر جائیں گے

آپ کی دید ہے حاصلِ زندگی' ہٹنے پائے نہ صورت کبھی آپ کی
ڈوب جائے گا ورنہ مہِ زندگی' وادئ موت میں ہم اتر جائیں گے

آپ کو ہے قسم آپ کے حُسن کی' آپ ہرگز نہ مستور ہوں باخدا
آپ کا روئے انور ہے قبلہ نما' سارے سجدے اسی سمت پر جائیں گے

آپ کی اِک توجہ کا اعجاز ہے' آپ کی اک نظر اپنی معراج ہے
ورنہ اس کا تصور بھی ممکن نہ تھا' یوں نگہ سے دو عالم گزر جائیں گے

عُقدہ معراج سے بھی یہی حل ہوا' زد میں انساں کی افلاک و آفاق ہیں
کس کو معلوم تھا عرش سے بھی ورا' یوں بشر بلکہ خیرالبشر جائیں گے

میں ہوں بیمار الفت مگر لا دوا' ہے مدینہ میں سویا مسیحا مرا
میری تسکیں نہ ہوگی جہاں میں کہیں' مجھ کو لیکر کہاں چارہ گر جائیں گے

اصلاحی بیان

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

ضبطِ تحریر: سید عطاء المنان بخاری

اچھی تجارت

نحمدہ‘ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد‘

قابل احترام بزرگو! دوستو اور معززہ و مکرمہ ماؤں! بہنو! بیٹیو! غالباً ھارون الرشید کے دور کا ایک واقعہ ہے کہ ایک آدمی تصوف کا لبادہ اوڑھ کر اللہ اللہ کرواتا تھا۔ اس کے پاس بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے والے لوگ اونچے اونچے مقامات پر پہنچ گئے ایک دن انہوں نے سوچا کہ یہ جو ذکر کرواتا ہے اس کا مقام تو دیکھیں کیا ہے؟ تو سارے توجہ کر کے بیٹھ گئے‘ وہاں کچھ بھی نہیں تھا تو اُن سب نے مل کر دعا کی اے اللہ اس آدمی کی وجہ سے ہم ذکر کرنے بیٹھے اور اس کی وجہ سے ہمیں ذکر کرنے کا شعور ہوا‘ تو اپنے فضل و کرم سے اس کو بھی اپنے انتہائی لطف و کرم سے مقاماتِ عالیہ عطا فرما دے جس ذکر کی برکت سے ہمیں نواز دیا ہے۔ اس کو بھی نواز دے‘ تو میرا حال بھی ایسا ہی ہے۔ میں تو اس معاملے میں صفر ہوں‘ آپ حضرات کی دعاؤں سے اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے کچھ عطا فرما دے۔ میں تو اسی نیت سے بیٹھتا ہوں میرا حال اللہ جانتا ہے میری نیت کو بھی اللہ جانتا ہے وَ هُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ. کوئی آدمی کسی کے دل کے بھید نہیں جان سکتا۔ میں اسی نیت سے بیٹھتا ہوں کہ جتنے دوست ذکر کرنے آتے ہیں ان کی برکت سے میرے گناہ معاف ہو جائیں گے اور مجھے ان کی برکت سے ایک قطرہ بھی اللہ کی رحمت کا مِل گیا تو میرا کام بن جائے گا۔ آج کی اس محفل میں جو آیت کریمہ تلاوت کی گئی ہے‘ اس میں اللہ وتبارک تعالیٰ فرماتے ہیں ’’اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتا دوں جو تم کو دردناک عذاب سے بچا دے۔‘‘ تُؤْمِنُوْنَ بِاللہ۔ اس کی سب سے بڑی بنیاد یہ ہے صدق دل سے‘ دل کی گہرائیوں سے اُس اللہ کو مان لو جس نے تمہیں پیدا کیا۔ یہ تجارت کی بنیاد ہے۔ جو آدمی اللہ جل شانہٗ کو دل کی گہرائیوں سے وحدہٗ لاشریک مان کر اپنا مالک سمجھ کر اپنے آپ کو اس کے سامنے جواب دہ سمجھ کر اور حساب و کتاب دینے والا یقین کر لے گا اس نے تجارت کے خسارے سے بچنے کی پہلی بنیاد رکھ لی جب اُس نے پہلی بنیاد رکھ لی تو ان شاء اللہ العزیز اب یقین کیا جا سکتا ہے کہ باقی دیوار بھی ٹھیک ہو گی۔

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

اگر دیوار بنانے والا معمار پہلی اینٹ غلط رکھ دے تو ساری دیوار غلط ہو جاتی ہے چاہے اس کو ثریا تک لے جائے وہ ٹیڑھی ہی جائے گی اور جس مکان کی بنیاد ٹھیک ہو گی تو اس کی دیوار ان شاء اللہ جہاں تک لے جاؤ گے ٹھیک ہو گی تو تجارت نافعہ جس میں نقصان نہ ہو اس کی پہلی بنیاد تُؤْمِنُوْنَ بِاللہِ. اللہ پر ایمان لانا ہے۔ اس کے بعد فرمایا جو میں اپنے نبیؐ بھیجتا ہوں ان پر ایمان لاؤ اللہ پاک کا تعارف کس نے کرایا؟ والدِ گرامی (سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ’’ہم تو نہیں جانتے تھے کہ اللہ

کیا ہے ہمیں تو محمد ﷺ نے بتایا کہ یہ ہے ربّ محمد ﷺ۔ بہر حال اللہ اور رسول کی یہ دو بنیادیں پوری کر لیں تو یقین ہو گیا کہ جو تجارت ہم کریں گے اس میں نفع ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ کا جو فرمان ہم مانتے جائیں گے' تجارت ٹھیک ہوتی جائے گی۔ اللہ کے رسول نے جو احکامات ارشاد فرمائے ہیں جب ہم ان پر عمل کرنا شروع کر دیں گے تو ان شاء اللہ راستے سے بھٹکیں گے نہیں۔ اب فرمایا وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وہ اعمال جو اللہ پاک نے ہم پر فرض کر دیئے ہیں ہمارا جسم قبول کرے نہ کرے عقل قبول کرے نہ کرے دل مانے نہ مانے اُن پر عمل کرو نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہتا' پڑھو! زکوٰۃ دینے کو جی نہیں چاہتا' فرض سمجھ کر ادا کرو اسی طریقے سے روزہ رکھنے کو اور اچھے اعمال کرنے کو' بے حیائی سے بچنے کو جی نہیں چاہتا' بچو۔ اور سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ اپنی جان کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرو' کن چیزوں کے ساتھ یعنی جب مال خرچ کرنے کا وقت آئے تو اللہ کا مال سمجھ کر خرچ کرو' گریز نہ کرو۔ غربا' یتاما' مساکین' بیواؤں پر خاندان کے افراد پر مال خرچ کرنے کا وقت آیا ہے بے دھڑک خرچ کرو اس خوف سے بُخل نہ کرو کہ مال خرچ کر دیا تو پھر یہ کم ہو جائے گا۔ اللہ کے راستے میں خرچ کیا ہوا مال ضائع بھی نہیں ہوتا اور کم بھی نہیں ہوتا۔ اَللهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءِ۔ اللہ اضافہ کر دیتے ہیں' وہ اضافہ ایسا ہوتا ہے کہ اُس کا ہم تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ آگے فرمایا وَاَنْفُسِكُمْ اور جہاں مال کے بعد تمہیں جان پیش کرنے کا موقع آ جائے تو جان کو پیش کرنے سے دریغ نہ کرو۔ اور دونوں چیزیں (مال اور جان) انسان کو محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں سے دونوں محبوب چیزیں مانگتا ہے۔ نفع کا سودا ہے ذٰلِكُمْ خَيْرٌلَّكُمْ ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم میرے راستے میں مال بھی خرچ کر دو' اور جان بھی۔ اگر تم اس جہادِ نفس اور جہادِ مال کی حقیقت کو سمجھ جاؤ کہ اس کی کیا حقیقت ہے؟ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ نیکی کا بدلہ بے حساب اور گناہ کا بدلہ اُتنا ہی ملتا ہے جتنا گُناہ کیا ہو۔ اِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئاً وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ . لوگ تو اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ کسی کو اس کے گناہ سے زیادہ سزا دے لیکن نیکی کا بدلہ اللہ بہت زیادہ دے دیتے ہیں۔ فرمایا پھر کیا ہو گا۔ يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ ۔ میں خوش ہو کر تمہارے گناہوں کو معاف کر دوں گا اور دنیا میں امن دوں گا۔ اور آخرت میں کیا ہو گا وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۔ آخرت میں یہ بدلہ ہو گا کہ جب تم یہ تجارت کر کے میرے پاس آؤ گے تو میں فیصلہ کروں گا کہ جس کو تم تصور بھی نہیں کر سکتے وہ نعمتیں دوں گا جن نعمتوں کا تمہارے خیال میں بھی گزر نہیں ہوا' تمہارے کانوں نے بھی نہیں سُنا' تمہاری آنکھوں نے مشاہدہ نہیں کیا۔ اور ایسی خوبصورت جنت ہو گی جس کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی تم خوش ہو جاؤ گے۔ میرے راستے میں مال جان قربان کرنے پر تمہیں جب یہ نعمتیں ملیں گی تو تم حسرت کرو گے کہ اے کاش! پھر مرتے' پھر زندہ ہوتے' پھر مرتے زندہ ہوتے اور زندگی بھر یہی کام کرتے رہتے۔ اللہ فرماتا ہے ۔ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. یہی ہے عظیم کامیابی مسلمانوں کی' میرے ماننے والوں کی۔ کامیابی کیا ہے کہ دنیا میں ایسی تجارت کریں کہ جس سے مَیں راضی ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اچھی تجارت کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

انتخاب: محمد عمر فاروق

لفظ ''معاویہ'' کی تحقیق

سوال: معاویہ کے' کیا معنی ہیں عربی لغت کا حوالہ ضرور دیں...... (محمد شاہد پرویز C.B-4/B گلی نمبر 2، 36G لانڈھی کراچی)

لفظ معاویہ کے حرف اصلی ع، و، ی ہیں۔ ان حروف سے بننے والے الفاظ کے بہت سارے معانی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں (۱) شیر کا دھاڑنا۔ (۲) گیدڑ اور لومڑی کا چیخنا۔ (۳) تیس سال کی جوانی کی عمر کو پہنچنا کہ شہ زوری سے دوسروں کا پنجہ مروڑ دے (۴) کسی چیز کو موڑنا یا مروڑنا۔ (۵) کسی کی مدافعت کرنا۔ (۶) آواز دے کے پکارنا۔ (۷) حمایت کیلئے یا جنگ کیلئے بلانا اور جمع کرنا۔

پہلے دو معانی کے اعتبار کے یہ لفظ شیر اور لومڑی وغیرہ قسم کے جانوروں پر بولا جاتا ہے۔ کیونکہ چیخنا اور دھاڑنا جانوروں کا کام ہے' انسانوں کا کام نہیں۔ اور آخری پانچ معانی کے اعتبار سے یہ لفظ انسانوں کے لئے بولا جاتا ہے کیونکہ تیس سال کا ایسا نوجوان ہونا جو کہ اپنے حریف کا پنجہ مروڑ دے یا اپنے ساتھیوں کی مدافعت کرنا یا ان کو کسی جنگ وغیرہ کے لئے جمع کرنا اور بلانا انسانوں کی صفات ہیں' حیوانوں کی صفات نہیں۔ لہذا ان معانی کے اعتبار سے لفظ معاویہ کا معنی یہ ہوگا کہ ایسا شہ زور نوجوان جو حریف کا پنجہ مروڑ کر رکھ دے اور ایسا سردار اور رہنما جو لوگوں کو بلائے اور جمع کرے اور لوگ اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جمع ہو جائیں اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ شہ زوری اور سرداری اعلیٰ انسانی صفات ہیں اور ان صفات کے اظہار کے لئے معاویہ لازماً اس شخص کے لئے قابل فخر ہے جس شخص کے لئے یہ نام بولا گیا ہے۔

جن اشخاص کا نام معنوی طور اچھا نہ ہوتا تھا' نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہؓ میں سے اُن اشخاص کا نام تبدیل فرما دیتے تھے مگر آپ ﷺ نے ''معاویہ'' نام کو کبھی تبدیل نہیں فرمایا حالانکہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ سترہ صحابہ کرامؓ کا نام معاویہ تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ محدثین کرام میں سے بہت ساروں کا نام معاویہ تھا۔ نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے کا نام بھی معاویہ تھا۔

دیکھئے لفظ معاویہ کا استعمال حیوانوں اور انسانوں کے لئے مشترک طور پر ایسے ہی ہے جیسا کہ لفظ جعفر کا استعمال حیوانوں اور انسانوں کے لئے مشترک طور پر ہے کیونکہ زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی کو جعفر کہا جاتا ہے۔ خاندانِ علیؓ کے ایک ممتاز فرد کا نام بھی جعفرؓ ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ جب معاویہ اور جعفر وغیرہ الفاظ جانوروں کے لئے استعمال ہوں تو وہاں کسی شخص کا تصور کرنا غلط ہوگا اور جب یہ الفاظ قابلِ احترام ہستیوں کے نام ہوں تو وہاں کسی حیوان کا تصور غلط ہوگا اور جان بوجھ کر بدنیتی سے ایسا کرنا ان ہستیوں کی شان میں گستاخی اور بے ادبی تصور کی جائے گی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ الفاظ جب قابل احترام ہستیوں کے نام ہوں تو وہاں معنی مراد لئے جائیں جو کہ انسانوں کی صفات ہیں اور انسانوں کے شایانِ شان ہیں نہ کہ وہ معنی مراد لئے جائیں کہ جس سے قابل احترام ہستیاں انسانوں کی صف سے نکل کر حیوانوں کے ساتھ کھڑی ہوئی نظر آئیں۔ تفصیل کے لئے لسان العرب اور تاج العروس جلد نمبر ۱۰ کا ملاحظہ کر لیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلم اتم واحکم۔

(مطبوعہ: ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی۔ صفحات ۵۸، ۵۹۔ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ)

شمس نوید عثمانی

آخرت کا غم کھانے والا

عشاء کی نماز پڑھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ حسبِ معمول اپنی صاحبزادیوں کی خیر و عافیت معلوم کرنے تشریف لے جا رہے تھے۔ سرکاری مصروفیات سے تھکا ہوا دماغ ایک شفیق باپ کی تڑپ لئے ہوئے اب اولاد کی طرف متوجہ ہو رہا تھا۔ لیکن دیکھو تو جن ہاتھوں نے ابھی ابھی حکومت کے خزانے سے بے شمار ضرورت مندوں کے لیے درہم و دینار بانٹے ہیں۔ وہ خود اپنی محبوب صاحبزادیوں کی طرف جاتے ہوئے کس طرح خالی ہیں۔ ٹھیک اس درویش کی طرح جو دن بھر کے بعد تھکا ہارا خالی ہاتھ گھر آ رہا ہو۔ فاقہ تو نہیں لیکن گھر پر نیم فاقہ ضرور تھا۔ باپ کی آہٹ پا کر بیٹیاں خیر مقدم کے لیے دروازے تک آئیں۔ ان کے چہروں کی زردی تو باپ کے لیے کوئی نئی بات نہ تھی لیکن یہ ضرور نیا تھا کہ انہوں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ رکھے تھے۔

''کیا بات ہے؟'' حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے پوچھا۔ لڑکیاں کچھ نہ بولیں۔ اناّ نے جواب دیا۔

''آج ان بچیوں نے صرف پیاز اور مسور کی دال سے پیٹ بھرا ہے گھر میں کھانے کو کچھ اور نہیں تھا۔ پیاز کی بو چھپانے کے لیے یہ منہ پر ہاتھ رکھ رہی ہیں۔''

باپ آخر باپ تھا۔ معصوم بچیوں کا ایثار نفس اسے تڑپائے بغیر نہ رہا۔ آنکھیں نم ہو گئیں دل بھر آیا............ مگر جذبات کی یہ موجیں تو بس موجیں ہی تھیں۔ صبر و قناعت، فقر و ایثار، زہد و تقویٰ اور ایمان و یقین کے جبل الذہب کو ذرا بھی جنبش نہ دے سکیں۔

''اے میری بیٹیو!'' انہوں نے کہا ''یہ کچھ مشکل نہیں کہ تمہارے دستر خوان کو انواع و اقسام کے لذیذ کھانوں سے بھر دیا جائے۔ مگر............ کیا تم پسند کرو گی کہ اس کے بدلے تمہارا باپ دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے۔''

باپ کے یہ دلدوز فقرے صاحبزادیوں کے ضبط کا بند توڑ گئے۔ آنکھیں اشکوں سے تر ہو گئیں............ یہ گریۂ غم نہیں تھا۔ اس میں شکایت کی تلخی بھی نہیں تھی............ یہ تو خاموش جواب تھا، باپ کے سوال کا............ ''نہیں'' ہر آنسو پکار رہا تھا ''ہمیں وہ راحتیں درکار نہیں جن کے عوض ہمارا باپ دوزخ میں ڈال دیا جائے۔''

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس، تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

سید یونس الحسنی

خوفزدہ آواز

صدر پاکستان جنرل پرویز نے کینیڈا کے اخبار ''دی ٹورانٹو سٹار'' کو انٹرویو دیتے ہوئے دنیا بھر میں اسلام سے سچی محبت رکھنے والوں کو ایک بار پھر ہدف تنقید بنایا ہے کہ وہ جدیدیت اور روشن خیالی کو اپنانے سے بوجوہ گریزاں ہیں۔ یوں تو موصوف کی تلخ نوائی کافی عرصے سے جاری ہے۔ اُن کی لفظی توپوں کا رُخ بھی فرزندانِ اسلام ہی کی طرف ہوتا ہے۔ ابھی چند روز پیشتر وہ نظامِ خلافت پر شعلہ فشانی کر چکے ہیں۔ وہ لوگ جو پاکستان کو اسلامی جمہوریہ اور عالمِ اسلام کی قیادت کے منصب پر فائز دیکھنے کی حسرت دلوں میں لئے پھرتے تھے مسٹر پرویز کے طرزِ کلام اور عملی اقدامات کے باعث افسردگی سے اپنے سر نیوڑھائے بیٹھے اور سوچتے ہیں ''چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی'' زیرِ نظر انٹرویو صدر پرویز کی گوہر افشانیوں کی تلخیص نذرِ قارئین ہے:

> ''اسلامی دنیا میں یہ تاثر ہے کہ مغرب اسلام کو جان بوجھ کر نشانہ بنا رہا ہے اس تاثر کو دور کرنا ہوگا اگر یہ دور نہ ہوا تو ''ہم'' کمزور ہونگے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں میں جدیدیت اور روشن خیالی کی میری اپیل آخر نا کام ہو جائے گی۔ اور مجھ ایسی ''اعتدال پسند'' آوازیں دب جائیں گی۔ اگر مغرب نے جواب دیا تو درحقیقت ہمیں ایسے لوگ قرار دیدیا جائے گا جو مغرب کو خوش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہماری بات کوئی نہیں سنے گا۔ بدقسمتی سے دنیا میں اس وقت جتنے بھی جھگڑے ہیں ان میں اسلامی دنیا ملوث ہے اور مسلمان ہی مظلوم ہیں۔ لہٰذا مغرب کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا انصاف پر مبنی فیصلہ کرے۔ مسلمان تب ہی سمجھیں گے کہ ان کے ساتھ انصاف ہو رہا ہے۔ انتہا پسندوں نے دنیا بھر میں خود ہی جہاد کا اعلان کر رکھا ہے جو ان کی ذمہ داری نہیں ہے اگر ہر دوسرا شخص اٹھ کر جہاد کا اعلان کرنا شروع کر دے تو ہر طرف خون ریزی پھیل جائے گی۔ انتہا پسند نہ صرف اسلام کو بلکہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں وہ اسلامی احکامات کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو اسلام کے نام پر ہونے والی دہشت گردی کی پُر زور مذمت کرنی چاہیے۔''

سارا انٹرویو تضادات کا مرکب اضافی ہے' جس میں کوشش کے باوجود کوئی توصیفی و تہنیتی پیوند نہیں لگایا جا سکتا۔ کیونکہ انہوں نے بھی روشن خیالی اور جدیدیت کے نام پر برق مسلمانوں ہی پر گرانے کی نامشکور سعی کی ہے۔ خوفزدہ آواز بالکل ایسی ہی ہوتی ہے اور ڈرے سہمے آدمی کا طرزِ عمل بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ بار بار نہ صرف اپنوں کو کوسنے دیتا ہے' بلکہ

دشمنوں کے ساتھ مل کر اُنہیں بری طرح پٹوا تا بھی ہے پھر اپنی حرکت پر ندامت بار ہونے کی بجائے اُسے مصلحت وقت' روشن خیالی، ترقی پسندی اور جدیدیت کے سے نام دے کر خود کو بچانے کی تگ ودو کرتا ہے۔ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ:

ا۔ آپ نے یہودی سازش کا شکار ہو کر امریکہ کی ہر طرح مدد کر کے افغانستان پر قبضہ کرا دیا کیا اِسے مصلحتِ وقت کہا جا سکتا ہے؟

۲۔ آپ کے تعاون کی شہہ پا کر خونی اہلِ مغرب نے عراق کو روندڈالا۔ کیا اِسے روشن خیالی کہا جائے؟

۳۔ آپ نے امریکن مطالبے پر سرِتسلیم خم کر کے اہلِ جہاد پر پابندی لگائی اور اپنے ہی دست و بازو کاٹنے میں جُت گئے کیا اِس کام کو ترقی پسندی کا نام دیا جائے؟

۴۔ آپ نے آئین کو پامال کر کے امریکن ایف بی آئی کے درندوں کو ہم وطنوں پر مسلط کر دیا اور ان کی نگرانی میں مدارس دینیہ پر شب خون مارنے کے پروگرام ترتیب دیئے۔ لوگ اپنے ہی وطن میں غیروں کے ہاتھوں غیر محفوظ ہو کر رہ گئے ہیں۔ کہیئے اِس طریقِ عمل کو جدیدیت کہا جا سکتا ہے؟

راقم کی دیانتدارانہ اور غیر جانبدارانہ رائے میں ان ساری وارداتوں کو غلامی افرنگ کی تجدید نو ہی کا نام دیا جا سکتا ہے۔ آپ نے ماضی بعید کے مسلمان حکمرانوں کے کارناموں پر پانی پھیر دیا ہے چودہ کروڑ غیور وجسور مسلمانوں کے وطن پاکستان کے صدر کو اپنی ملّی خودی کا پاسبان ہونا چاہیے تھا۔ کچھ نہیں کر سکتے تھے تو کم از کم ملا ایشیائی وزیر اعظم مہاتیر محمد کے ہم آواز ہی ہو جاتے مگر آپ نے تو شیرِ میسور رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو بھی تڑپا دیا ہے۔ آپ نے یہ تو کہا ہے کہ مجھے ایمن الظواہری کا کوئی خوف نہیں کیونکہ میں ایس ایس جی میں رہا ہوں اپنا دفاع کر سکتا ہوں۔ اب بھی آپ نے ذاتی دفاع کی بات کی اپنے وطن اور ملت کو ثانوی حیثیت بھی نہیں دی۔ امریکی دانشوروں کی سنگت میں اسلام کے سچے اور کھرے مجاہدوں کو انتہا پسند اور بنیاد پرست کے پامالی القابات سے نوازا کہ انہوں نے خاموشی سے مسٹر بُش کو فرمانروا تسلیم نہیں کیا' بلکہ اس کی اطاعت سے کھلا انکار کیا ہے۔ وہ افغانستان میں لڑ رہے ہیں' وہ عراق میں برسرِ پیکار ہیں۔ وہ گردش لیل ونہار کے ساتھ ساتھ امریکن کمانڈوز پر جھپٹ رہے ہیں' جس سے بوکھلا کر صدر امریکہ ایک بار آپ کی طرف ملتفت ہوئے اور کم از کم دس ہزار فوجی عراق بھیجنے کو کہا تا کہ امریکی بزدلوں کا تحفظ ہو سکے۔ صدر محترم آپ نے بُش کو یہ بھی نہیں کہا کہ آپ کی چھیڑی ہوئی جنگ میں ہم ایندھن کیوں بنیں؟ ہماری بہادر مسلح افواج کرائے کے فوجیوں پر مشتمل نہیں بلکہ اِس میں وطن کے غیرت مند دلاور سجیلے بیٹے شامل ہیں' جن کا حلف ہے کہ وہ دنیا کے کسی خطے میں مسلمانوں کے خلاف نہیں لڑیں گے۔ آپ تو اب بھی سوچ رہے ہیں کہ فوج عراق بھیج ہی دی جائے تا کہ یار بُش راضی رہے۔

مستقبل قریب یا بعید میں اپنے انجام سے قبل از وقت خوفزدہ ہو کر اللہ تعالیٰ اور اُمتِ مسلمہ سے معافی مانگنے کی

بجائے آپ نے پھر اہلِ مغرب کو پکارا ہے کہ ’’انصاف کرو اگر ایسا نہ ہوا تو مجھ ایسی اعتدال پسند آوازیں دب جائیں گی‘‘۔ ہم عرض گزار ہیں کہ آپ کی آواز اب مجھے بچاؤ بچاؤ کی آواز ہے‘ اِسے ندائے اعتدال کہنے کی ہمت نہیں پڑ رہی۔ آپ کو اندرونی طور پر یہ خوف لاحق ہے کہ لوگ آپ کو نہ صرف یہ کہ مغرب کو خوش کرنے والے لوگوں میں شمار کریں گے بلکہ مغرب کا وفادار قرار دیں گے۔ تو جناب صدر یہ بات تو صدائے وقت بن چکی ہے اور تاریخ آپ کو بالکل ایسے ہی گروہ میں شمار کرے گی جو جس کشتی میں بیٹھے‘ اُسی میں چھید کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یقین مانیے ایسا ہو چکا ہے۔ آپ نے کوئی ایسا کارنامہ انجام نہیں دیا کہ آپ کو بہت اچھے ناموں سے لکھا‘ پڑھا اور پکارا جائے گا۔ اپنی کارکردگی دیکھ لیجئے مشرقی سرحد تو خطرے میں تھی ہی آپ کی پالیسی نے اچھے بھلے محفوظ مغربی بارڈر کو بھی انتہائی غیر محفوظ بنا دیا ہے۔ بھارت افغانستان میں اپنی دوست حکومت کی مدد سے پاکستان کے گھیراؤ کرنے کی سعی مسلسل کر رہا ہے۔ آپ عمداً اور عملاً ایک گرداب میں پھنس چکے ہیں جس میں اہلِ مغرب آپ کو بچا نکالنے کی ہرگز کوشش نہیں کریں گے۔ لوگ اِسی منجدھار سے بچنے کے لئے قبل از وقت واویلا کر رہے تھے۔ جسے آپ نے سننا گوارا نہ کیا اور اب خود بھی گھبرا گئے ہیں۔ ڈرے سہمے ہوئے ہیں، خوفزدہ ہیں۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ پاکستان کے وارثِ سیاہ و سفید اپنی حیات مستعار میں صرف ایک ہی کام کیا ہے کہ اہلِ مغرب کسی بھی طرح خوش ہو جائیں اِسی میں فلاح و نجات ہے حالانکہ یہ سوچ ایسے ہی غلط ہے‘ جیسے یہ کہا جائے کہ کل سورج مغرب سے نکلے گا۔ اب پُلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا ہے اور تیز منجدھار میں ہاتھ پاؤں مارنے کے سوا چارہ بھی کیا ہے ایسے میں بقول شاعر ؎

جب کبھی منجدھار میں آئے کناروں کا خیال
جھانک کر اپنے گریبانوں کے اندر دیکھنا

راقم اہلِ مغرب سے انصاف مانگنے والوں کو یاد دلانا چاہتا ہے کہ فرنگی کا انصاف بقول امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بندر کے انصاف کی طرح ہے اور وہی ہو رہا ہے کہ افغانستان کی جواہر کی کانیں ہماری‘ خون اور پتھر تمہارا حصہ، عراق میں تیل ہمارا‘ ریگِ صحرا اور خون تمہارا حصہ۔ ان لعینوں سے خیر کی توقع خارج از امکان ہے۔

سلیم الیکٹرونکس

ڈاؤلینس ریفریجریٹر کے بااختیار ڈیلر

حسین آگاہی روڈ۔ ملتان فون:061-512338

یاسر محمد خان

بھارت اور اسرائیل کے خفیہ تعلقات کی کہانی

والٹر ایٹن (Walter Eyton) ۱۹۵۰ء کی دہائی میں اسرائیلی وزارتِ خارجہ کا ڈائریکٹر جنرل تھا۔اس نے ۱۹۵۲ء میں دہلی کا دورہ کیا اور بھارت کو تعلقات کی پیشکش کی لیکن وزیراعظم نہرو نے انکار کر دیا۔ بھارتی حکمران شروع دن سے اسرائیل کے خلاف تھے۔۱۹۴۵ء کے بعد جب یہودی مقبوضہ بیت المقدس میں جمع ہونا شروع ہوئے تو گاندھی اور نہرو ہندوستان کے پہلے دو لیڈر تھے جنہوں نے اسرائیل کے قیام کی مخالفت کی۔گاندھی کا کہنا تھا:''بیت المقدس پر فلسطینیوں کا حق ہے اور خطے میں یہودی ریاست کا قیام مشرق وسطیٰ کے امن کو پارہ پارہ کردے گا۔'' ۱۴رمئی ۱۹۴۸ء کو جب اسرائیل قائم ہوا تو نہرو نے بیان دیا:''اسرائیل دنیا میں پاکستان جیسی دوسری مذہبی ریاست ہے۔'' نہرو اور اس سے پہلے گاندھی اسرائیل کی بجائے عربوں سے تعلقات استوار کرنا چاہتے تھے'اس کی بڑی وجہ عربوں کا تیل اور عرب ریاستوں میں کاروبار کے وسیع مواقع تھے۔ بھارت ایک بڑا ملک تھا'اسے اپنے سائز اور آبادی کے لحاظ سے تیل کی زیادہ ضرورت تھی۔ایک اندازے کے مطابق ۲۰۱۰ء میں بھارت دنیا میں تیل استعمال کرنے والا دوسرا بڑا ملک بن جائے گا۔ پہلا ملک چین ہوگا۔ بہرحال یہ بات ہے ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کی دہائی کی۔اس وقت بھی بھارت کو زیادہ تیل اور کاروبار کے زیادہ مواقع درکار تھے۔چنانچہ بھارت واضح طور پر عربوں کی طرف جھک گیا اور اس نے ہر پالیسی، ہر ایشو پر عربوں کی حمایت کی۔عربوں کی حمایت پر مبنی اس سفارتکاری کی بنیاد نہرو نے رکھی تھی اور یہ سلسلہ پورے ۴۰ سال تک جاری رہا لیکن پھر ۱۹۹۲ء میں اچانک بھارت نے اسرائیل کے ساتھ تعلقات قائم کر کے پوری دنیا کو حیران کر دیا۔تل ابیب اور نئی دہلی میں دونوں ممالک کے سفارت خانے قائم ہوئے اور دونوں ممالک کے اعلیٰ عہدیداروں نے ایک دوسرے کے ملک میں دورے شروع کر دیئے اور یوں دونوں ممالک اتنے قریب آ گئے جتنے ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۰ء کی دہائی میں بھارت اور روس ہوا کرتے تھے۔

دنیا یہ سمجھتی ہے کہ اسرائیل اور بھارت کے تعلقات اچانک قائم ہوئے تھے لیکن اس''اچانک'' کی بھی ایک باقاعدہ تاریخ ہے۔اس اچانک کا آغاز ۱۹۵۶ء میں ہوا'جب نہرو نے بغیر کوئی وجہ بتائے اور بغیر کسی ہوم ورک کے اسرائیل کو اچانک تسلیم کرلیا۔اس وقت بھی بھارت اور بین الاقوامی سطح پر نہرو سے اس''اچانک'' کی وجہ دریافت کی تو ان کا جواب بہت دلچسپ تھا۔انہوں نے کہا:''اسرائیل اب ایک آزاد اور خودمختار ملک بن چکا ہے'لہٰذا اسے تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں'ہاں!البتہ اس کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں میری پالیسی اسی طرح جاری رہے گی۔'' دوسرا اچانک ۱۹۶۰ء میں وقوع پذیر ہوا۔ان دنوں بھارت اور چین کے درمیان سرحدی کھنچاؤ پایا جاتا تھا۔چین کے سلسلے میں بھارت کی انٹیلی جنس کمزور تھی۔چنانچہ اسرائیل نے''را'' کو چینی افواج کی نقل وحمل کے بارے میں اطلاعات فراہم کرنے کی پیشکش کی۔''را'' نے یہ آفر قبول کرلی۔یوں لندن میں موجود

اسرائیلی سفارت خانے نے بھارتی ہائی کمیشن کو خفیہ اطلاعات دینا شروع کر دیں۔ یہ اطلاعات لندن سے دہلی جاتی تھیں۔

۱۹۶۲ء میں جب چین بھارت جنگ ہوئی تو اس جنگ میں اسرائیل نے بھارت کو انٹیلی جنس کے آلات اور ہتھیار فراہم کئے۔ یوں پہلی بار بھارت اور اسرائیل کے مابین سربراہ تا سربراہ تعلقات استوار ہو گئے۔ ۱۹۶۵ء اور بعد ازاں ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں بھی اسرائیل نے کھل کر بھارت کی مدد کی۔ اسرائیل نے بھارت کو خفیہ اطلاعات اور ہتھیار فراہم کئے۔ یہ دونوں جنگیں ''موساد'' اور ''را'' کو ایک دوسرے کے قریب لے آئیں اور دونوں اسلامی دنیا میں مل کر کام کرنے لگیں۔ تعلقات کا یہ سلسلہ جاری رہا لیکن بھارت نے کبھی کھل کر اس کا اعتراف نہ کیا۔ اس کی دو بڑی وجوہ تھیں: ایک روس اور دوسرے عرب۔ بھارت کمیونسٹ بلاک کی طرف جھکاؤ رکھتا تھا۔ اس کے روس کے ساتھ انتہائی گرم جوش تعلقات تھے۔ روس اسے اربوں ڈالر کی امداد، اسلحہ اور بزنس دیتا تھا۔ عربوں کے ساتھ بھارت کے کاروباری تعلقات تھے۔ عرب بھارت کو سستا تیل فراہم کرتے تھے اور اس کے لاکھوں مزدوروں اور کاریگروں کو نوکریاں دیتے تھے جبکہ یہ دونوں بلاک اسرائیل کے خلاف تھے۔ بھارت کو خطرہ تھا کہ اگر اس نے اسرائیل کے ساتھ کھلے تعلقات قائم کر لیے تو دونوں بلاک اس کے ساتھ ناراض ہو جائیں گے جس کے نتیجے میں بھارت کو اربوں ڈالر سالانہ نقصان ہوگا۔ ۱۹۹۰ء میں جب سوویت یونین ٹوٹ گیا اور جنگ خلیج کی شکل میں امریکہ کا عذاب خلیج پر نازل ہو گیا تو بھارت کو سفارتی آزادی مل گئی۔ لہٰذا وہ ۱۹۹۲ء میں اسرائیل کے ساتھ کھانے کی میز پر بیٹھ گیا۔

۱۹۹۲ء میں اسرائیل اور بھارت کے تعلقات تو استوار ہوئے لیکن یہ تعلقات ابھی اتنے گہرے نہیں ہوئے تھے کہ بھارت ان سے کوئی بڑا فائدہ اٹھا سکتا۔ تعلقات میں گہرائی کا اصل ''سہرا'' ایل کے ایڈوانی کے سر بندھتا ہے۔ ۱۹۹۴ء میں جب ایڈوانی اپوزیشن لیڈر تھا تو اسرائیل نے اسے تل ابیب کے دورے کی دعوت دی۔ ''موساد'' اس وقت تک ایڈوانی کے سیاسی مستقبل کا اندازہ لگا چکی تھی۔ اسے معلوم ہو چکا تھا جلد یا بدیر بی جے پی جیسی متشدد جماعت بھارت کی حکمران بنے گی اور اس حکومت میں ایل کے ایڈوانی مرکزی حیثیت حاصل کرے گا۔ موساد کا یہ بھی خیال تھا کہ کبھی نہ کبھی ایل کے ایڈوانی بھارت کا وزیر اعظم بنے گا۔ لہٰذا ایڈوانی کو متاثر کرنا ضروری ہے۔ ایڈوانی نے اس آفر کا مثبت جواب دیا۔ وہ اسرائیل کے دورے پر گیا' اس وقت نیتن یاہو اسرائیل کا کرتا دھرتا تھا۔ اس نے ایڈوانی کو دہشت گردی کے خلاف لکھی ہوئی اپنی کتاب پیش کی۔ یہ کتاب آج تک ایڈوانی کے پاس ہے اور وہ اپنی تمام تقریروں کے لیے اس کتاب سے حوالہ جات لیتا ہے۔ اسرائیل کے دورے کے بعد ایڈوانی امریکہ گیا اور وہاں اس کی امریکہ میں موجود ارب پتی یہودیوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ یہ ارب پتی یہودی اس وقت ایڈوانی کے ذاتی دوست ہیں۔ ان دوروں کے بعد جب بی جے پی اقتدار میں آئی اور ایل کے ایڈوانی پورے اختیارات کے ساتھ اقتدار کے ایوانوں میں داخل ہوا تو اس کے ساتھ ہی اسرائیل کے سفارتی، سیاسی اور عسکری مورچوں میں پہنچ گیا۔ اس وقت اسرائیل بھارت کا سب سے بڑا پارٹنر اور دوست ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے بھارت' اسرائیل کے اتنا قریب کیوں آ گیا؟ اس میں بھارت کے دو بڑے مفاد ہیں: بھارت بین الاقوامی تجارت میں زیادہ سے زیادہ حصہ چاہتا ہے اور اسرائیل کی مدد سے وہ اپنا یہ ہدف حاصل کر سکتا ہے کیونکہ

دنیا کے تمام بڑے کاروباری ادارے، ممالک اور کمپنیاں یہودیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ نمبر دو بھارت امریکہ سے بحرِ ہند میں اس مقام کا خواہاں ہے جو اس وقت مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل کو حاصل ہے۔ بھارت کا یہ خواب بھی اسرائیل کی مدد کے بغیر پورا نہیں ہوسکتا۔ اسرائیل اور امریکہ بھارت کی اس کمزوری سے واقف ہیں۔ چنانچہ ۱۹۹۸ء میں امریکہ، اسرائیل اور بھارت کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ طے پایا جسے عرفِ عام میں ''واشنگٹن، تل ابیب، دہلی اتحاد'' کہتے ہیں۔ یہ اتحاد اسلام اور کمیونزم کے خلاف قائم ہوا اور تینوں قوموں نے ایک دوسرے کو یقین دلایا کہ وہ اسلام اور کمیونزم کو مشترکہ دشمن سمجھتے ہیں اور تینوں مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ اس معاہدے کے بعد اسرائیل نے بھارت کو انٹیلی جنس اور اسلحہ فراہم شروع کر دیا۔ ۱۹۹۲ء میں پہلی بار موساد کے ایجنٹ جاسوسی کے جدید ترین آلات لے کر بھارت آئے اور ''را'' کے افسران کو ان آلات کی ٹریننگ دی گئی۔ یہ آلات اور موساد کے ٹرینڈ افسر اس وقت مقبوضہ کشمیر میں کام کر رہے ہیں۔ اسرائیل اس سلسلے میں بھارت کو دو قسم کی امداد فراہم کر رہا ہے۔ وہ بھارت کو کشمیریوں کی تحریک کچلنے میں عملی مدد دے رہا ہے اور عالمی میڈیا کے ذریعے بھارت کے دشمنوں کا امیج خراج کر رہا ہے۔ آئے روز عالمی میڈیا میں پاکستان اور پاکستانی فوج کے خلاف جو خبریں اور اطلاعات شائع ہو رہی ہیں ''سی این این'' اور ''بی بی سی'' کی نشریات میں حریت پسندوں اور مجاہدین کو بار بار ''دہشت گرد'' اور ''مُلّا پاور'' کے جو خطاب دے رہے ہیں یہ سب اسی ایجنڈے اور معاہدے کا حصہ ہے۔

اب آتے ہیں ہم اس اسلحے کی طرف جو اسرائیل بھارت کو فراہم کر رہا ہے۔ ۱۹۹۲ء میں جب اسرائیل اور بھارت کے مابین سفارتی تعلقات قائم ہوئے تو بھارت نے اسرائیل سے چند ملین ڈالرز کا اسلحہ خریدنا شروع کیا لیکن ۲۰۰۱ء کے آخر تک اسلحہ کی تجارت ۸۰۰ ملین ڈالر تک پہنچ چکی تھی جبکہ ۲ ارب ڈالر کا فائٹر جیٹ کا معاہدہ اور اربوں ڈالر کے دوسرے معاہدے ان کے علاوہ تھے۔ اس وقت تک اسرائیل بھارت کے مگ ۲۱ اور مگ ۲۹ طیارے بہتر بنا کر دے چکا ہے۔ ۱۹۹۸ء میں اسرائیل نے بھارت کو ایٹمی دھماکہ کرنے میں مدد دی۔ اسے اینٹی شپ میزائل بنا کر دیئے۔ پائلٹ کے بغیر اڑنے والے طیارے بنانے میں بھارت کی مدد کی۔ مگ طیاروں کے فاضل پرزوں اور اسمبلنگ میں مدد دی۔ بھارت کو ہلکے طیارے بنا کر دیئے اور اواکس طیارے فراہم کئے۔ بحریہ میں اسرائیل نے بھارت کو ایئر کرافٹ کیریئر میری ٹائم ریڈار اور حملہ آور جہاز دیئے۔ بری فوج کے سلسلے میں اسرائیل نے بھارت کو جنگی ٹینک، انتہائی جدید ہلکے ہیلی کاپٹر اور میزائل فراہم کئے اور انتہائی جدید ریڈار سسٹم ''گرین پائن'' بھی پیش کیا۔ لہٰذا اس وقت اسرائیل بھارت کا سب سے بڑا عسکری پارٹنر ہے۔

بھارت اسرائیل تعلقات کی یہ کہانی دو چیزیں ثابت کرتی ہے۔ اوّل۔ بھارت شروع دن سے اسرائیل سے تعلقات استوار کرنا چاہتا تھا لیکن وہ روس اور عربوں کو ناراض بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے اسرائیل کو ۱۹۹۰ء تک چادر کے نیچے چھپائے رکھا۔ جونہی عرب اور روس کمزور ہوئے بھارت نے اسرائیل کو باہر نکالا اور اپنے سامنے میز پر بٹھا لیا۔ نمبر دو اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے باوجود بھارت اس وقت تک عربوں کی ''محبوبہ'' ہے۔ بھارت ہر سال سعودی عرب، امارات اور کویت سے ساڑھے ۱۸ ارب ڈالر کی مصنوعات بیچتا ہے اور اس کے ۴۸ لاکھ شہری عرب ریاستوں میں کام کر رہے ہیں۔ یوں عرب اپنے دشمن

کے دوست کو گہرا دوست بنائے ہوئے ہیں۔

یہ تمام حقائق مسلمانوں کی کورمغزی اور بے وقوفی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان کا دشمن مضبوط سے مضبوط ہورہا ہے اور وہ اسے مزید بنانے میں جُتے ہوئے ہیں تاکہ جب وہ پوری طرح مضبوط ہوجائے تو انہیں ہی کچل دے۔ شیرون نے نئی دہلی میں کیا خوب بیان دیا تھا: ''بھارت اور اسرائیل کا دشمن ایک ہے' ہم ان دونوں کو مل کر اسے کچلنا چاہیے۔''

سوال یہ ہے کہ بھارت اور اسرائیل کا مشترکہ دشمن کون ہے؟ میں یہ سوال اپنے قارئین کے سامنے رکھتا ہوں اور ان سے پوچھتا ہوں ذرا آپ یہ بتایئے یہود و ہنود کے دشمن کون ہیں؟ جب آپ اس سوال کے جواب تک پہنچ جائیں تو مہربانی فرما کر یہ جواب مسلم دنیا کے ۶۱ حکمرانوں تک پہنچا دیں اور پھر ان سے درخواست کریں کہ آپ لوگ خدا کے لیے ہندوؤں اور یہودیوں کو اینٹیں اور پتھر جمع کر کے نہ دیں' وہ لوگ ان پتھروں اور اینٹوں سے ایسے مورچے بنا رہے ہیں جہاں سے ان کی توپیں پورے عالم اسلام کو فلسطین اور کشمیر بنا دیں گی۔

(مطبوعہ: ''ضربِ مؤمن'' ۱۹ تا ۲۵ ستمبر ۲۰۰۳ء)

محمد عمر فاروق

لازوال بہاریں

لوگ اگر سوال کرتے ہیں تو یہ اُن کا حق ہے۔ وہ بجا طور پر پوچھتے ہیں کہ پاکستان کے مطلب یعنی لاالہٰ الا اللہ کا کیا ہوا؟ عوام پر عدل وانصاف کی حکمرانی کا خواب کیونکر تعبیر نہ پا سکا وغیرہ۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ عوام کی یہ آواز اُن اقتداریوں کی سماعتوں تک کیسے پہنچ پائے کہ ذاتی مفاد اور شخصی جاہ واقتدار کی مدھر تانوں کے سوا جن کے کان کسی اور صدا سے آشنا ہی نہ ہوں اور جب اُن کے منہ سے نکلا ہوا ہر حرف قانون اور ہر جائز و ناجائز عمل آئین ٹھہرے تو پھر کس کی مجال ہے کہ کوئی ان فرزندانِ اقتدار کے ان منفی رویوں پر اعتراض کر سکے یا کوئی سوال ہی اٹھا سکے۔

دعویٰ یہ ہے کہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہے اور جمہور کو آزادیٔ رائے اور تنقید کا حق حاصل ہے۔ حالانکہ انصاف کی آنکھ سے دیکھا جائے تو اس ملک میں نہ تو کبھی جمہوریت آئی ہے اور نہ ہی عوام کو آزادیٔ رائے کا حق حاصل ہوا ہے۔ بلکہ یہاں پر ابتداء سے تادمِ تحریر سول اور فوجی بیوروکریسی اور جاگیردار و سرمایہ داروں کا ہی نظامِ حکومت رائج رہا ہے۔ مگر سب جمہوریت ہی کی علمبرداری کے دعویدار رہے ہیں۔ بالفرض ان کے اس دعوے کو مان بھی لیا جائے تو ان کی جمہوریت بھی ایسی رہی ہے کہ جس میں اس طبقے نے تمام قومی وسائل کو ذاتی تصرف میں لا کر مخلوقِ خدا کو فاقوں بھری زندگی سے دوچار کر کے رکھ دیا ہے۔ دور کیوں جایئے کیپٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی حالیہ جاری کردہ اس رپورٹ پر ہی ایک نظر ڈال لیجیے، جس کے مطابق ''۱۹۹۷ء سے گزشتہ چھے برسوں کے دوران ارکان قومی اسمبلی کے بجلی کے بلوں، ائیر کنڈیشننگ لفٹوں، قالینوں اور پردوں کی تبدیلی اور سفیدیاں و پینٹنگ کرانے پر 15.8 ملین روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ ان اخراجات میں 21.9 ملین کی قلیل رقم بھی شامل ہے۔ جو پہلے دو سال میں خرچ کی گئی، جبکہ ملک میں جمہوریت تھی اور پارلیمنٹ بھی کام کر رہی تھی۔ گزشتہ دس ماہ میں ارکان پارلیمنٹ پر 68 ملین روپے خرچ کئے جا چکے ہیں۔''

عوام یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اس نام نہاد جمہوری نظام نے آخر انہیں کیا دیا ہے، دکھ، پریشانی، بے سکونی، لاقانونیت، بدامنی، ناانصافی، حق تلفی......؟ یہ حکمرانوں کے وہ کانٹوں بھرے تحفے ہیں جو زندگی کے آخری سانس تک ان کا مقدر بنا دیئے گئے ہیں اور اس پر ظلم یہ کہ نالہ و فریاد کی بھی اجازت نہیں ہے، بلکہ عذاب سہنا اور گھٹ گھٹ کر مر جانا گویا اُن کا نصیب ہو گیا ہے۔ لیکن پرویز مشرف پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ ''مغرب چاہتا ہے کہ میں ملک وقوم کی خدمت کے لیے اقتدار میں رہوں۔'' جنابِ صدر! آپ کبھی اس امر پر بھی توجہ فرما لیتے کہ کیا عوام بھی آپ کو اقتدار میں دیکھنا چاہتے ہیں تو شاید آپ کو اپنی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکتا، ائیر کنڈیشنڈ گاڑیوں اور یخ بستہ بنگلوں میں بیٹھ کر اور آسائشات کی فراوانیوں کے جی بھر کر مزے لیتے ہوئے اخباری بیان دینے والوں کو یہ کیسے معلوم اور محسوس ہو سکتا ہے کہ اکیسویں صدی میں پہنچ کر بھی ہماری ملکی آبادی کا کتنا بڑا حصہ زندگی کی بنیادی

سہولتوں سے ہی محروم ہے۔ دو وقت کا کھانا تو درکنار پینے کا صاف پانی اور سر چھپانے کے لئے سرکنڈوں کی چھت بھی آج تک انہیں میسر نہیں ہو سکی ہے۔

ملکی سرمائے کو جس بے دریغ انداز میں اپنے اللّوں تللّوں پر شاہی لٹیروں نے برباد کیا ہے۔ اس کی مثال غیر مہذب معاشروں میں بھی ملنا مشکل ہے۔ کرپشن اور لوٹ مار کے ریکارڈ اس طرح توڑ ڈالے گئے ہیں کہ شیطان بھی ششدر و حیران ہو کر رہ گیا ہے' امیر تو امیر تر ہوتے جا رہے ہیں' مگر غربت کا گراف جس تیزی سے نیچے گرتا جا رہا ہے۔ عوام کے نمائندوں کو اس کی کیا خبر؟ پاکستان میں غریبوں کی تعداد ۳۵ فیصد تک جا پہنچی ہے۔ اس میں سے وہ بدنصیب لوگ ہیں' جنہیں دو وقت کا کھانا بھی میسر نہیں ہے۔ کیونکہ ملک میں رائج طبقاتی نظامِ تعلیم کی بدولت غریب تعلیم یافتہ نوجوان کے لئے سرکاری ملازمت' ملنے کا تصوّر ہی محال ہو گیا ہے' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان میں ہر سال پانچ لاکھ نوجوان روزگار کی عمر تک پہنچ کر بیروزگاروں کی فوج میں داخل ہو رہے ہیں ۔

ایک دانشور نے ملکی اقتدار کی مثلث کچھ اس طرح بنائی تھی اور کیا خوب بنائی تھی' یعنی جاگیردار' سرمایادار + بیوروکریسی' فوج + طبقاتی نظام تعلیم۔ فی الواقعہ ان عناصر ثلاثہ نے پاکستان کے وجود کو بے جان کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ اور حالت یہ ہے کہ ملک بیرونی قرضوں کے جال میں بری طرح جکڑا جا چکا ہے۔ ناقص خارجہ و داخلہ پالیسی نے وطنِ عزیز کا انجر پنجر ہلا کر رکھ دیا ہے۔ جس کا ثمر یہ برآمد ہوا ہے کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہوتے ہوئے ہر سال نصف کھرب روپے سے زائد کی خوردنی اشیاء (گندم' خوردنی تیل' پان' چائے وغیرہ) دوسرے ممالک سے درآمد کرتا چلا آ رہا ہے۔ ملکی بجٹ کا خسارہ ۵۰۔ ارب روپے ظاہر کیا جاتا ہے۔ جبکہ مذکورہ اشیاء ہی تقریباً ۶۴۔ ارب روپے کے لگ بھگ ہیں۔

تسلیم کہ بابو اور بی بی کی جمہوریت نے عوام کو کچھ نہیں دیا تو موجودہ نیم فوجی اور نیم جمہوری حکومت کی بدولت اس خزاں رسیدہ چمن میں بادِ نو بہاری کے کون سے جھونکے آئے ہیں۔ اللہ کو حاضر و ناظر جان کر فرمائیے کہ گیس کی قیمتوں میں کمی کی خوشخبری اور اشیائے خورد و نوش کی دستیابی و ارزانی کی آپ کی نویدیں محض اخباری بیانات تک ہی محدود نہ رہیں' جبکہ مفلوک الحال لوگ آج بھی فاقہ کشی' بیروزگاری' ناانصافی اور بے سکونی سے لاچار ہیں۔ اللہ کی مخلوق انسانوں ہی کے ہاتھوں تباہی سے دوچار ہے۔ تھر کے بدنصیب خِطّے میں آج بھی قحط اور خشک سالی کی جان لیوا آزمائش طاری ہے' لیکن حکمران خوش ہیں کہ ملک میں جمہوریت کا دور دورہ ہے۔ ممبران اسمبلی کے چہروں پر غضب کی لالی ہے کہ اُن کے الائنسوں اور مراعات میں اضافہ کر دیا گیا ہے اور جمہوریت کا دیوا استبداد فاقہ کشوں کی موت کا رقص دیکھ رہا ہے۔

بدقسمتی کی انتہا یہ ہے کہ حکمران اور حزب اختلاف اسمبلی کو بازیچۂ اطفال بنائے ہوئے ہیں اور وہ اقتدار کے کھیل میں اس اکثریتی مظلوم طبقے (عوام) کو سراسر بھول چکے ہیں۔ جن کے شانوں پر سوار ہو کر ہی وہ ان ایوانوں میں دادِ عیش دے رہے ہیں اگر یہی جمہوریت ہے تو اس پر ہزار بار اللہ کی لعنت! کہ جو انسان کو سکون کی چند ساعتیں بھی نہ دے سکے۔ اور اللہ کے عطاء کردہ دین پر کروڑوں رحمتیں ہوں' جو بندے کو خدا سے ملاتا اور انسانیت سے روشناس کراتا ہے۔ جس کی لازوال بہاریں ہر دم فرحت و انبساط کی خوشبوئیں لُٹاتی پھرتی ہیں۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ کیا تم شعور نہیں رکھتے؟

پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

موجودہ سیاسی بحران اور احرار کا مؤقف

مجلس احرار اسلام کو انتخابی سیاست سے اس لیے سروکار نہیں کہ یہ سیاست اوّل سے آخر تک غیر اسلامی سیاست ہے۔ اس سیاست میں جھوٹ، فریب، دھوکہ، مکر اور دجل کی کارفرمائی اتنی شدت سے ہے کہ ایک دیانت دار فرد کا اس کے ساتھ نباہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ قومی انتخابات میں مجلس احرار نے متحدہ مجلس عمل کا اس لیے ساتھ دیا تھا کہ مجلس عمل اس وقت ملک کے اندر امریکہ کے ظلم و ستم اور جبر و استبداد کے خلاف ایک مؤثر آواز تھی۔ دوسرے تمام دینی جماعتوں کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم مجلس احرار اسلام کی روایات کے عین مطابق تھا۔ ''پاک افغان دفاع کونسل'' کا قیام جب عمل میں لایا گیا تو مجلس احرار کو بھی اس میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ جسے مجلس احرار اسلام نے صدقِ دل سے قبول کیا اور پاک افغان دفاع کونسل کی ہر کارروائی میں برابر کی شریک رہی۔ دفتر احرار لاہور سے کروڑوں روپے بطور امداد طالبان کی قیادت کو مہیا کیے گئے۔ ہمارا دفتر اُن دنوں طالبان کا امدادی کیمپ بن چکا تھا۔ یہ سب کچھ جماعتِ احرار نے اس لیے کیا کہ اس کے نصب العین کے عین مطابق تھا۔ اس میں مجلس عمل کو خوش کرنے یا پھر اُس سے کریڈٹ لینے کی کوئی کوشش یا خواہش شامل حال نہ تھی۔

اُس کے بعد جب قومی انتخابات مکمل ہو گئے تو حکومت سازی کے مرحلوں میں جو مؤقف مجلس عمل نے اختیار کیا' وہ بھی چند تحفظات کے ساتھ مجلس احرار اسلام کی خواہشات کے عین مطابق تھا۔ ایل ایف او نہ کبھی آئین کا حصہ تھا اور نہ اب ہے مجلس احرار اسلام نے ہر جگہ ہر پلیٹ فارم سے قوم پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ کسی فردِ واحد کو اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے آئین کے ساتھ مذاق کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ جنرل صاحب کا اقتدار پر آنا' مجلس احرار اسلام کے مؤقف کے مطابق ہمارے اندرونی معاملات میں امریکہ کی مداخلت ہے۔ جسے کوئی بھی محبِّ وطن پاکستانی نہ ہی تسلیم کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کی تائید کرتا ہے۔ جو لوگ ''شجاعت اینڈ کو'' کے نام جنرل صاحب کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں' وہ سب سیاست کے نام پر تجارت کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کا نہ کوئی ماضی میں کردار تھا اور نہ ہی اب کوئی کردار ہے۔ ان حضرات کے ذمے قوم کے انیس (۱۹) ارب کے قرضے تھے جو جنرل صاحب نے معاف کر دیئے۔ محض اس لیے کہ یہ سب لوگ جنرل صاحب کو ملکی سیاست میں من مانی کا حق دیتے ہیں اور اُنہیں اپنا ''باس'' کہتے ہوئے اُن کے ہر غلط اور خلافِ آئین اقدام کو دل و جان سے قبول کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ مجلس احرار اسلام کے مؤقف کے مطابق ایسے تمام لوگ سیاست دان نہیں بلکہ تاجر ہیں جو سیاست کے نام پر تجارت کر کے روپیہ کماتے ہیں اور حرام کی اس کمائی سے اہل خانہ کی عیش و عشرت کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

مجلس عمل نے ان لوگوں کے ساتھ مل کر بلوچستان کے اندر جو حکومت تشکیل دی' مجلس احرار اسلام اسے مروجہ سیاست

میں اُن کی مجبوری قرار دیتی ہے اور یہ بات اپنے حق میں بطور دلیل پیش کرتی ہے کہ جو کوئی بھی مروجہ سیاست میں حصہ لیتا ہے، وہ اپنے مؤقف پر قائم نہیں رہ سکتا۔ ''ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد'' کے مصداق اُس سیاسی ڈھانچے میں جو سراسر غیر اسلامی ہے ۔اپنے آپ کو ''فٹ'' کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اب ایک طرف تو پورے ملک کے اندر مجلس عمل بطور اپوزیشن کام کر رہی ہے لیکن بلوچستان کے اندر وہ حکومت کی اتحادی جماعت ہے۔ کتنی مضحکہ خیز سی بات ہے کہ پورے ملک کے اندر تو مجلس عمل ایل ایف او کے خلاف مظاہرے کر رہی ہے۔ قومی اسمبلی میں اسمبلی کی کارروائیوں کا بائیکاٹ کرتی ہے لیکن بلوچستان کے اندر ایل ایف او کے خلاف مظاہرہ ہوتا ہے تو مجلس عمل کے اراکین اسمبلی ایل ایف او کے خلاف باہر نہیں نکلتے بلکہ ق لیگ کے اراکین کے ساتھ اسمبلی کے اندر بیٹھے رہتے ہیں۔ مجلس عمل کے پاس اپنے اس رویے کا کیا شرعی و اخلاقی جواز ہے؟ پھر مجلس عمل والوں نے ''میڈیا'' کو یہ باور کرانے کی انتہائی کوشش کی ہے کہ وہ سرحد کے اندر طالبان جیسی حکومت قائم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ وہ ملک کے آئین کے پابند ہیں اور ووٹوں کے ذریعے اقتدار پر آئے ہیں۔ یہ بات بھی مجلس احرار اسلام کے اس مؤقف کی تائید میں جاتی ہے کہ ووٹوں کے ذریعے اس ملک کے اندر اسلام نہیں آ سکتا۔ لہٰذا اسے چھوڑ کر اسلام کے عملی نفاذ کے لیے وہ راستہ اختیار کیا جائے جو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے سلسلے میں اختیار کیا گیا تھا۔ دو تحریکوں (۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء) سے حکومتِ وقت مجبور ہو گئی اور اسے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا پڑا۔ دینی جماعتوں کا ایک ''پریشر گروپ'' ہونا چاہیے جو ملک کے اندر تحریک کے ذریعے حکومتِ وقت کو نفاذِ اسلام کے لیے مجبور کر دے۔ مجلس احرار اسلام کے مؤقف کے مطابق ''انتخابات اور جمہوریت'' تحریک اسلامی اور پاکستان کے اندر قیام اسلام کے راستے کی عظیم رکاوٹیں ہیں۔ جب تک انہیں چھوڑ کر ایک تحریک کے ذریعے اسلام کے نفاذ کے لیے کوشش نہیں کی جاتی اس ملک کے اندر اسلام نہیں آئے گا۔ دوسرے جس معاشرے کے اندر امیر اور غریب کے درمیان اتنا بڑا فرق ہو کہ ایک تو محلات میں بادشاہوں کی سی زندگی بسر کر رہا ہو اور دوسرے کو اپنے کے لئے کٹیا بھی میسر نہیں اُس معاشرے میں انتخابات فریبِ نظر نہیں تو اور کیا ہے؟ ایک کو کار میں بٹھا کر دوسرے کو سائیکل پر سوار کرا دیا جاتا ہے اور جو اوّل آتا ہے اُسے انعام کے طور پر اسمبلی کی ممبری دے دی جاتی ہے۔ عوام کو گائے بھینس کی طرح ہانک کر ''الیکشن بوتھ'' پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ اور اُنہیں کہہ دیا جاتا ہے، دو لُٹیروں میں سے کسی ایک لُٹیرے کو چن لو، یہ انتخابات ہیں؟ پھر انتخابات میں اکثریت گھر بیٹھی رہتی ہے اور اقلیت کے نمائندے اکثریت کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دے کر عوام پر حکومت کرتے رہتے ہیں۔ انتخابات کے موقعہ پر کروڑوں روپے تو سیاسی پارٹیاں وصول کر لیتی ہیں اور کروڑوں روپے انتخابات پر صرف کر دیئے جاتے ہیں ۔نتیجۃً ''ڈھاک کے وہی تین پات'' کی مصداق وہی لوگ جنہیں معاشرے کے اندر معاشی برتری حاصل ہے اُنہیں سیاسی برتری بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ جہاں معاشی مساوات نہیں وہاں سیاسی مساوات کیسے ممکن ہے چنانچہ مجلس احرار اسلام ک مؤقف کے مطابق دولت کی مساویانہ تقسیم سے ہی یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ ذرائع و وسائل دولت سب کے لئے مہیا کئے جائیں۔ امراء و رؤسا سے ناجائز دولت لے کر لوگوں میں تقسیم کی جائے۔ جاگیرداریاں ضبط کر کے لوگوں کی معاشی حالت بہتر بنائی جائے۔ ورنہ اس معاشرے میں اگر اسلام کا سیاسی نظام اور شرعی سزائیں نافذ ہو بھی جائیں تو ناکام ہو جائیں گی حدود آرڈیننس کی مثال سے بات

واضح ہے۔ جب تک اسلام کا معاشی نظام ملک کے اندر قائم نہیں ہوتا سیاسی نظام کی کامیابی کے کوئی امکانات نہیں ہیں۔ موجودہ صورت حالات میں تو انتخابات طالع آزماء لوگوں کے ہاتھ میں وہ ہتھیار ہے جس سے وہ عام لوگوں کی جائز خواہشات و ضروریات کو ذبح کر کے اپنی خواہشات کے محل تعمیر کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ لوگ معاشی تفکرات میں مبتلا رہیں اور ہمارے در پر فریاد کرتے رہیں اور ہم اُن کی اس مجبوری کو بہانہ بنا کر اُنہیں سبز باغ دکھا کر سیاست کے میدان میں ''ہمچو ما دیگرے نیست'' کا نعرہ بلند کرتے رہیں اور کوئی ہمیں روکنے ٹوکنے والا نہ ہو۔

آپ بتائیں کہ جہاں نظم حکومت ایسے فراڈ پر قائم ہو اُس نظم حکومت سے لوگوں کی فلاح یا پھر ریاست کا تصور کیسے ممکن ہے۔ دینی جماعتوں کو اس اہم مسئلے پر مل بیٹھ کر سوچنے اور مشاورت کے بعد کسی متفقہ فیصلے کے بعد مشترکہ لائحۂ عمل اختیار کرنے کی اشد ضرورت ہے جس کے نتیجے میں پاکستان کے اُس مقصد کے حصول کے لئے کوئی اہم اقدام کیا جا سکے جس مقصد کے حصول کے لئے یہ ملک معرضِ وجود میں آیا۔

مجلس احرار اسلام کے مؤقف کے مطابق موجودہ سیاسی بُحران اسی غلط نظام جمہوریت کیوجہ سے پیدا ہوا ہے۔ جس میں خواہش اقتدار کو اتنی اہمیت دے دی جاتی ہے کہ ہر ایک شخص اس نظام حکومت میں لالچی ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اقتدار تک پہنچا جائے خواہ اس سے ملک اور مفاد عامہ کو کتنا ہی نقصان کیوں نہ پہنچے۔ یہ جمہوریت کا خاصا ہے کہ نظریے پر عمل پیرا ہونے والا ہر شخص اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ اقتدار ہمارے معاشرے میں عیش وعشرت کا ذریعہ بن چکا ہے۔ مگر اسلام میں اقتدار یا منصب ایک آزمائش ہے اور ہر مسلمان جس کو خدا کا خوف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتا ہے کہ وہ اُسے کسی آزمائش میں نہ ڈالے' ضرورت اس امر کی ہے' کہ یہاں کے مقتدر سیاسی لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ منصب اور اقتدار کے لئے مؤقف کی قربانی نہیں دینی چاہیے۔ شخصیتیں اور جماعتیں مؤقف اور مشن سے بالاتر نہیں ہیں۔ بلکہ مؤقف جماعتوں اور شخصیتوں سے بالاتر ہے۔ جماعتیں بنائی ہی اس لئے جاتی ہیں کہ مشن پر قربانی کر دی جائیں اور شخصیتیں ہوتی ہے اس لئے ہیں کہ مشن کے کام آئیں۔ مشن کو قربان کر کے شخصیتیں نہیں بنتیں' بلکہ شخصیتیں بدرنگ اور داغدار ہو جاتی ہیں۔ مجلس احرار اسلام کی پون صدی کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی کسی مرحلہ پر جماعت کو بچانے کے لئے اپنے مشن کو قربان نہیں کیا بلکہ ظاہری شخصیت کو بظاہر گرا کر اپنے مشن کے لئے ہمیشہ کام کیا ہے اس کے لئے وہ خدا کے ہاتھوں بھی سُرخرو اور دنیا کے اندر بھی سُرخرو کیونکہ مجلس احرار اسلام کا مشن اقتدار تک پہنچنا نہیں بلکہ مشن اور مؤقف کا کامیابی سے ہمکنار کرنا ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے بھی ہمارا یہی رویہ تھا اور قیام پاکستان کے بعد بھی ہماری تمام تر سیاسی و دینی سرگرمیوں کا یہی مرکز ومحور ہے کہ مشن اور مؤقف کو مت چھوڑو۔ خواہ اس کے لئے کتنی ہی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ آزادیٔ وطن کے لئے احرار اسلام نے قربانیاں دیں اور وطن آزاد ہو گیا۔ قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام نے اپنے اصولوں کے مطابق قربانیاں دیں اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوالیا لیکن آپ نے کیا' کیا، حکومت سازی میں شامل ہو کر بھی انتخابات میں حصہ لے کر بھی اس ملک کے اندر وہ جمہوریت بحال نہ کروا سکے جس کے لئے تم نے دینی اقدار اور دینی حکومت کے قیام کی تگ ودو کو چھوڑا نہ اب

تک تمہاری جمہوریت ہی بحال ہوئی اور نہ ہی اس ملک کے اندر اسلامی نظام حکومت کے لئے کوئی اہم کام اب تک ہوسکا۔ یہ ایک واضح فرق ہے دینی جماعتوں کے کام اور مجلس احرار اسلام کے کام کے درمیان، دینی جماعتوں نے مروّجہ سیاست میں شامل ہو کر اپنا سیاسی قد تو بڑھا لیا لیکن اپنے مشن کی طرف (اسلامی نظامِ حیات کا قیام) ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے جمہوریت کی بحالی کے لئے آمریت کو ہٹانے کے لئے پورے چھپن سالہ تاریخ کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہوریت بحال کرانے گھر سے نکلے اُلٹا مارشل لالگوا کر گھر آ کر بیٹھ گئے۔ اُس اسلام کے لئے کیا' کیا جو تمہارا نعرہ تو ہے تمہارے دل کی واردات نہیں۔ وہ جمہوریت کہاں ہے؟ جس کے لئے تم نے حکومت الٰہیہ کے قیام کی جدوجہد کو چھوڑا۔ تم جہاں سے چلے تھے ابھی وہیں کھڑے ہو۔ ایک قدم بھی آگے پیش رفت نہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ اس وقت تمہارا اُس سے مقابلہ ہے جس کو دشمنانِ اسلام کی آشیرباد حاصل ہے۔ تم اُس سے کچھ لو اور کچھ دو کی حکمت عملی کو اختیار کئے ہوئے ہو۔ نئی حکومت کو قائم ہوئے آٹھ نو ماہ گزر چکے ہیں لیکن ابھی تک وہ خطوط واضح نہیں ہوئے جن پر حکومت نے چل کر لوگوں کی مشکلات پر قابو پانا ہے۔ ابھی اسمبلی کے مشترکہ اجلاس سے ملک کے نام ونہاد صدر کا وہ خطاب بھی نہیں ہوا جو ملک کے آئین کی ایک اہم ضرورت ہے اور جس کے بعد ہی اسمبلیوں کا کارروائیاں قانون کے مطابق ہوتی ہیں اے۔ آر۔ ڈی اور مجلس عمل دو الگ الگ خانوں میں بٹی ہوئی نظر آتی ہیں۔ مجلس عمل اے۔ آر۔ ڈی کے برعکس جاتی ہے کہ حکومت سے مفاہمت ک کوئی صورت نکل آئے جبکہ اے۔ آر۔ ڈی والے اپنے مؤقف میں کسی تبدیلی کے لئے تیار نہیں۔ حکومت اس کوشش میں ہے کہ مجلس عمل سے کوئی بات طے ہوجائے۔ ق لیگ جنرل صاحب کے سامنے بے بس نظر آتی ہے۔ نتیجہ:

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
عجب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

عوام حکومت کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ حکومت مجلس عمل کی طرف اور مجلس عمل اے۔ آر۔ ڈی کی طرف' اور اے آر۔ ڈی عوام کی طرف یہ صورت حال ہمارے کس مسئلہ کا حل ہے؟ یہ ہیں بے دین سیاست کے برگ وبار۔ جو مجلس احرار اسلام کے مؤقف کے مطابق دینی سیاست کو چھوڑ کر۔ اسلاف کی سیاست کو چھوڑ کر مروّجہ سیاست اختیار کرنے کا نتیجہ ہے۔ اس میں دینی جماعتوں کا سیاسی قد تو یقیناً بڑھ گیا ہے لیکن اُنہوں نے اپنے مؤقف کے لئے کیا حاصل کیا کہ پشاور کے اندر عیاشی فحاشی کے خلاف چند بورڈ اگر ٹوٹ جاتے ہیں تو مرکزی حکومت کو ایسے لوگوں کے خلاف قانون کارروائی کرنے کی یقین دہانی کرانی پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجلس احرار ایسی سیاست جس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اُسے قبول کرنے کے لئے نہ پہلے کبھی تیار تھی نہ اب ہے، اور خصوصیت کے ساتھ ملک کی دینی جماعتوں کو مسلسل یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف ہے کہ دینی سیاست کی طرف لوٹ آؤ کہ اگر اس میں بظاہر کامیابی نہ بھی ہو تو خدا کے ہاں تو قبولیت کا امکان موجود رہتا ہے۔ اب تو صورت حال یہ ہے کہ

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے' نہ اُدھر کے رہے

سید یونس الحسنی

اُمت مسلمہ کے مخلصین اور مقتدرین

امریکہ میں سانحۂ گیارہ ستمبر کے بعد عیسائی دنیا میں بے پناہ اضطراب لازمی امر تھا۔ مگر ساتھ ہی مسلم دنیا میں بھی بے چینیوں کا ایک طوفان بلاخیز برپا ہوگیا، جو کسی صورت تھمنے میں نہیں آ رہا۔ ایسا ہونا اشد ضروری تھا لیکن اس صورتِ حال نے پہلے سے بُری طرح منقسم اُمت کو مزید ہندسوں سے ضرب تقسیم، جمع تفریق کر کے مختلف طبقات کو وجود بخشا ہے۔ کچھ لایعنی یا بے معنی افکار و نظریات کو بالجبر سند جواز عطا کی اور کئی نقاب پوشوں کو بے نقاب ہونے کی راہ بھی دی ہے۔ جس سے حالات حاضرہ کا چہرہ اس قدر دھندلا گیا ہے کہ ہر ذی شعور اُس کی اصل شناخت کی تگ و دو میں مصروف ہے۔ مسلم معاشروں کے جو سُگھڑ سیانے اِس گرد کی تہہ چیر کر پاتال سے گوہر مقصود ڈھونڈ لائے وہ بھی متذبذب ہیں۔ ہر سوالی کو بس گھُورتے رہتے ہیں۔ ان کی حالت بے جان مورتیوں کی سی ہوگئی ہے۔ جنہیں کچھ کہنے سننے کا یارا نہیں ہے۔ وہ انتہائی دھیمے لہجے میں گویا ہوتے ہیں، جیسے کسی اندرونی ٹوٹ پھوٹ نے انہیں ہلکان کر دیا ہو یا خوفزدگی کی کیفیت میں مبتلا ہوں کہ ابھی کوئی ان باتوں کی کسی خاص جگہ مخبری کر دے گا اور وہ زیرِ عتاب آ جائیں گے۔ تادم تحریر ایک بندہ ایسا سامنے آیا ہے جو خم ٹھونک کر کھری کھری باتیں کرتا ہے اخبارات اُس کے دوٹوک مؤقف سے اٹے پڑے ہیں۔ مگر وہ راقم کی پہنچ سے باہر دُور دیس کا باسی ہے بلکہ ایک مسلم ملک کا چیف ایگزیکٹو ہے یعنی جناب ڈاکٹر مہاتیر محمد وزیراعظم ملائیشیا۔

یادش بخیر! اکتوبر ۲۰۰۲ء میں ملائیشیائی وزیراعظم نے اعدائے اُمت کے خلاف تیل کو بطور ہتھیار استعمال کی تجویز او آئی سی کو بہانگِ دہل پیش کی تھی جو عربوں کی باہمی مناقشتوں کی بھینٹ چڑھ کر صدا بہ صحرا ثابت ہوئی۔ اب گزشتہ دنوں کوالالمپور میں نوجوان مسلم لیڈرز کی بین الاقوامی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے بڑے نازک اُمور پر معرکۃ الآرا تجاویز دی ہیں۔ انہوں نے کہا

''مسلم ممالک میں پیدا ہونیوالی فرسٹریشن سے ہی خودکش دھماکے جنم لیتے ہیں لیکن خودکش دھماکوں سے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اِس سے اسلام کی کوئی خدمت بھی نہیں ہوتی ہے اور نہ اُس کی فتح ہوتی ہے۔ اِس کی بجائے مسلمانوں کو ٹینک، لڑاکا طیارے راکٹ اور جنگی بحری جہاز بنانے کی ٹیکنالوجی حاصل کرنا چاہیے۔ دشمنوں کے دلوں میں خوف پیدا کرنے کے لئے خود کو مسلح کریں۔ اِس وقت مسلمان اپنے دشمنوں پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں جو انہیں صرف کم تر درجے کے ہتھیار دیتے ہیں۔ ہمیں سائنس اور ٹیکنالوجی میں خود مہارت حاصل کر کے اپنے لئے ضروری ہتھیار خود ہی ڈیزائن اور ٹیسٹ کرنا چاہئیں''

عزت مآب ڈاکٹر مہاتیر محمد کی صائب تجاویز ایسے کڑے وقت میں سامنے آئی ہیں جب ہتھیاروں کی برتری کے

باعث امریکی صدر بُش نے مسلم اُمہ کے خلاف کروسیڈ'' (صلیبی جنگ) شروع کر رکھی ہے جس کا آغاز افغانستان سے ہوا پھر عراق اُس کا نشانہ بنا۔اب سعودی عرب، شام اور ایران کو گھیرے میں لینے کے منصوبے پر عمل شروع ہو چکا ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ:

۱۔ ہمارے ہاں بھائی چارے کی فضا مفقود ہے اتحاد و یکجہتی عنقا ہے۔

۲۔ہم اس دور کی حساس ٹیکنالوجی سے محروم ہیں یا بالجبر محروم رکھے جا رہے ہیں۔

۳۔مخلصین موجود ہیں لیکن ان کی شنوائی نہیں ہوتی۔

۴۔مقتدرین کا گروہِ ناہنجاراں مختلف مسلم ملکوں کے سیاہ وسفید کا مالک بنا بیٹھا ہے جس کے فکری و نظریاتی ڈانڈے انہی ائمہ کفر سے ملے ہوئے ہیں، جو عہد موجود میں اُمّہ کے لئے وبال بنے ہوئے ہیں۔

سفید فام مگر سیاہ باطن یورپی و امریکی حکمرانوں کے اندھے متبعین و مقلدین کی موجودگی میں وہ اشد ضروری کام انتہائی ناممکن دکھائی دیتا ہے جس کی نشاندہی جناب مہاتیر محمد نے کی ہے یقین مانیے یہ فرسٹریشن بھی انہی مقتدرین کی خود پیدا کردہ ہے جو بالآخر خودکش دھماکوں پر منتج ہوتی ہے۔راقم کا خیال ہے جب تک مسلم اُمّہ کے عوام یک جان ہو کر ایسے حکمرانوں سے نجات حاصل نہیں کر لیتے اُس وقت تک یہ مشاورت، بہترین تجاویز ولولہ انگیز تقاریر، کار بے بنیاد رہیں گی بقول اقبالؒ

''عصا نہیں تو کلیمی ہے کار بے بنیاد''

اتحاد و یکجہتی ہی ایسا عصا ہے جو اس کلام پر عمل کی راہ ہموار کر سکتا ہے۔وطن عزیز پاکستان کی مثال ہی لے لیجئے کہ ایک ٹیلی فون کال پر ہم نے برسوں پر محیط افغانستان پالیسی کو روند ڈالا اور اٹھلاتے پھرتے تھے کہ ''دہشت گردی'' کے خلاف تعاون کرنے سے پاکستان فرنٹ لائن سٹیٹ بن گیا ہے اور یہ کہ امریکہ سے ہماری دوستی ماضی سے قطع نظر بہترین انداز سے پروان چڑھے گی۔اُسی امریکہ نے بھارت کی پیٹھ ٹھونکی تو وہ اپنی دس لاکھ فوج پاکستانی سرحدوں پر لے آیا اور طویل عرصہ تک کشیدگی انتہاؤں کو چھوتی رہی۔اُس وقت پاکستان کے پاس اگر ایٹمی ڈیٹرنٹ نہ ہوتا تو وہ پوری قوت سے پاکستان پر چڑھ دوڑتا۔تمام راز ہائے دروں پردہ افشا ہونے کے باوجود ہمارے حکمرانوں نے ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے ''امریکہ ہمارا بہترین دوست ہے''

حالات کی نت بدلتی کروٹیں تقاضا کرتی ہیں کہ مسلم بلاک کی تشکیل از بس لازم ہے جس میں ایڈوانسڈ ٹیکنیکل تعلیم کا خاطر خواہ بندوبست بھی ہو۔امت مسلمہ بھی جدید ہتھیاروں سے مسلح ہو۔وہ یہود و ہنود و نصاریٰ کے پنجۂ استبداد سے باہر نکل آئے

ہم جناب مہاتیر محمد کی اصابت رائے کے تہہ دل سے قائل ہیں اور ان کی عمر کے لئے دعا گو بھی کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ انہیں اور ان کے وطن کو اندرونی و بیرونی سازشوں سے ہر دم محفوظ و مامون رکھے اور ہمارے مقتدرین کو راہِ ہدایت نصیب ہو جائے۔

(ادارہ)

تذکارِ امیرِ شریعت

ریڈیو کے حوالے سے سید ذوالفقار علی بخاری (زیڈ۔اے بخاری) کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں، پطرس بخاری کا بھائی ہونا بھی انکا ایک معروف حوالہ ہے، سید ذوالفقار علی بخاری کی خودنوشت سوانح عمری ''سرگزشت'' کے نام سے منظرِ عام پر آئی، یہ سرگزشت ریڈیو کے شب وروز کی ایک دلچسپ داستان ہے، اسے ریڈیو کے ابتدائی دور کی ایک اہم اور مستند دستاویز کہا جا سکتا ہے، جسے انہوں نے ۱۹۶۶ء میں مکمل کیا اور زیرِ نظر ایڈیشن (طبع جدید اوّل) ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا، اس کتاب میں جہاں برصغیر کی بہت نامور شخصیات کا ذکر آتا ہے وہاں برصغیر کے مسلمانوں کے عظیم قائد سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کا ذکر کیا گیا ہے،

سرگزشت سے چند اقتباس پیش کیے جاتے ہیں:

جب ملک میں لاؤڈ اسپیکر نیا نیا آیا تو اپنے ہمراہ نئی نئی مصیبتیں لایا۔ اس کے بل پر ہر وہ شخص تقریر کرنے کھڑا ہو گیا جو پہلے کسی جلسے میں دم بھی نہ مار سکتا تھا۔ اب یہ چڑیا جتنی آواز رکھنے والا بھی ابوالکلام آزاد، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ظفر علی خان، بہادر یار جنگ، محمد علی جوہر، ایسے دم خم رکھنے والے حضرات کی صف میں آ کھڑا ہوا اور مصر ہوا کہ ان شیروں کی گرج سنتے تھے اب یہ بھی دیکھو کہ میں مائیکروفون کی کلیا میں کیا گڑ پھوڑتا ہوں۔ (ص، ۸۷)

حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر شعروں سے مرصع ہوتی تھی اور جب حضرت کوئی شعر لحن سے پڑھتے تھے تو روح تازہ ہو جاتی تھی، ہائے وہ درویش نعرہ زن۔

''خوش فکر و بذلہ سنج ہنر پرور و غیور''

اب عطاء اللہ شاہ بخاری ایسا مقرر کہاں سے آئے'' (ص، ۱۶۱)

عمر فاروق ہارڈ ویئر اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ ویئر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل
گورنمنٹ سے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار، ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462483

مولانا مجاہد الحسینی

مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ نے دنیائے خطابت کی نام ور اور منفرد شخصیت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو ایک ایسا فرزند عطا فرمایا جو زہد وتقویٰ، دین و دیانت، علم وعرفان، فہم وفراست، ادب وخطابت کا پیکرِ جمیل تھا۔ اس عبقری شخصیت کا اسم گرامی مولانا حافظ سید عطاء المنعم ابوذر بخاری ہے۔ جن کی ولادت ۷ر جمادی الاخری ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۳ر دسمبر ۱۹۲۶ء بروز پیر مشرقی پنجاب کے مشہور شہر امرتسر میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وتربیت گھر میں حاصل کرنے کے ساتھ محترمہ والدہ ماجدہ سے قرآن کریم کے پانچ پارے حفظ کرنے کے بعد قاری کریم بخش امرتسری سے تکمیل کی۔ بعدازاں قرآن وحدیث اور فقہی علوم میں مہارت کے لیے، پنجاب کی سب سے بڑی دینی درس گاہ خیر المدارس جالندھر میں داخل ہوئے۔

ان دنوں میری اگرچہ اپنے شہر سلطان پور لودھی کے مدرسہ تعلیم القرآن میں ابتدائی کتب کی تعلیم جاری تھی اور اس کے سالانہ جلسے میں امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ایمان افروز اور ولولہ انگیز تقریر سننے کی سعادت حاصل ہو چکی تھی کہ اس اثناء میں خیر المدارس جالندھری کے سالانہ جلسے کا اشتہار دیکھ کر حضرت امیر شریعتؒ کا خطاب سننے کے لیے جالندھر کا سفر اختیار کیا۔ یہ جلسہ محلّہ عالی کے میدان میں منعقد ہوتا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کے خطاب سے پہلے تلاوت کے لیے حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری کے نام کا اعلان ہوا۔ حافظ صاحب نے وجد آفریں حجازی لہجے میں تلاوت کی تو مجمع کی کیفیت کا حال بیان سے باہر ہے۔ پھر حضرت امیر شریعت کی جادو بھری تقریر سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ خیر المدارس کے جلسے میں شاہ صاحب کے علاوہ مولانا قاری محمد طیب کا خطاب، حفیظ جالندھری اور نفیسی خلیلی کی نظموں اور حافظ سید عطاء المنعم کی تلاوت سننے لوگ کشاں کشاں آتے تھے۔

میری خوش نصیبی کہ جلد ہی مجھے بھی خیر المدارس کی اسی جماعت میں داخلہ مل گیا جس میں حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری زیر تعلیم تھے۔ فقیہہ العصر حضرت مولانا عبدالشکور اور حضرت مولانا محمد شریفؒ (فرزند مولانا خیر محمد جالندھریؒ) رحمہم اللہ جیسے نابغہ روزگار اساتذہ کرام کی شفقت اور توجہ اور حافظ عطاء المنعم جیسے عبقری ہم درس کی رفاقت سے میری زندگی میں ایک انقلاب برپا ہو گیا تھا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے جس کا زندگی کے ہر مرحلے میں برملا اعتراف واظہار کیا ہے کہ اگر مجھے خیر المدارس جالندھر کا علم افزا ماحول، لائق فائق اساتذہ کرام اور حافظ صاحب کی رفاقت کا اعزاز نہ ملتا تو میرا ظلمت کدۂ فکر ونظر کبھی روشن نہ ہوتا:

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

طالب علمی کے زمانے میں ناقدانہ ذہن کی وجہ سے درس نظامی کے نصاب میں شامل کتاب ''نفحۃ الیمن'' کے بعض

اسباق کی بابت میرے تاثرات اچھے نہ تھے۔اسی طرح منطق اور فلسفے کی بعض شامل نصاب کتابوں کی بابت اکثر تنقید ہوتی رہتی تھی۔مولانا حافظ سید عطاء المنعم (ابوذر) بخاری، حافظ محمد شفیق امرتسری اور چند دیگر ساتھی میرے مؤید اور ہمنوا ہوتے تھے لیکن یہ نصابی تبدیلی ہمارے بس کی بات نہ تھی۔تھوڑے ہی عرصے کے بعد دارالعلوم دیوبند کے شیخ الادب مولانا اعزاز علی کی کتاب ''نفحۃ العرب'' شائع ہوکر شامل نصاب ہوئی تو رفقاء درس کو نفحۃ الیمن کی بابت میرے تاثرات کی صداقت کا یقین آ گیا۔بہرنوع مولانا حافظ سید عطاء المنعم بخاری کی یہ رفاقت گہری دوستی اور اخوت میں ڈھل گئی تھی۔اسی کی برکت سے مجھے حضرت امیر شریعتؒ کی زیارت اور ملاقات کی سعادت نصیب ہوتی رہتی تھی۔

قیام پاکستان کے بعد ہم سب ہجرت کر کے نئے وطن میں آئے تو اپنے رفیق محترم کی تلاش میں روزنامہ ''آزاد'' لاہور کے دفتر میں گیا۔آغا شورش کاشمیری سے ملاقات ہوئی۔قبل ازیں ۱۹۴۶ء میں ان سے مل چکا تھا جبکہ نواب زادہ نصراللہ خان ''آزاد'' کے چیف ایڈیٹر اور آغا صاحب ان کے نائب تھے۔میں نے ان سے حضرت امیر شریعت کی پاکستان میں سکونت کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے خان گڑھ کا حوالہ دیا کہ شاہ صاحب نواب زادہ صاحب کے ہاں قیام پذیر ہیں۔چنانچہ میں بھی خان گڑھ پہنچا اور وہاں حضرت امیر شریعتؒ کی زیارت اور اپنے ہمدم و رفیق حافظ سید عطاء المنعم سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔نواب زادہ صاحب اور حافظ صاحب سے مشاورت کے بعد میں نے مظفر گڑھ شہر میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ابھی چند ماہ گزرے تھے کہ شدید بارشوں اور تباہ کن سیلاب کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب مع اہل خانہ ملتان منتقل ہو گئے۔تو حافظ صاحب سے ملتان میں اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں۔اسی دوران انہوں نے اپنے انقلابی رجحانات کے مطابق ملتان سے ہفت روزہ شائع کرنے کا مشورہ دیا۔چنانچہ ''غریب'' کے نام سے میں نے ڈیکلریشن حاصل کر لیا۔ان دنوں اخبارات و رسائل کی اشاعت کے لیے نقد رقم خزانہ سرکار میں جمع کرائی جاتی تھی۔جس کے مطابق ۱۹۴۸ء میں مبلغ پانچ سو روپے جمع کرا کے ''غریب'' کی اشاعت کا اہتمام کیا۔(یاد رہے،ان دنوں ایک تولہ سونے کی قیمت اسی روپے تھی) اس پرچے کی مجلس ادارت حضرت مولانا عبدالرشید نسیم (علامہ طالوت) مولانا حافظ سید ابوذر بخاری اور راقم الحروف پر مشتمل تھی۔ہفت روزہ ''غریب'' کا ٹائٹل، نام ور خطاط تاج الدین زریںؒ رقم اور حافظ محمد یوسف سدیدیؒ کی ماہرانہ اور فنکارانہ ندرت کا آئینہ دار تھا اور مسئلہ قومیت پر حضرت شیخ مدنی اور علامہ اقبال سے خط و کتابت کرنے والی عظیم شخصیت، علامہ طالوت کی سرپرستی میں اس کا پہلا شمارہ طبع کرایا گیا تو اس کے صفحہ اوّل پر علامہ طالوت کا کلام بعنوان ''اور غریبی باعثِ صد ننگ ہے دنیا میں آج'' اور مولانا سید ابوذر بخاری کی ''آج کل'' کے عنوان سے نظم شائع ہوئی تھی۔علامہ طالوت کی سرپرستی و رہنمائی میں ''غریب'' کے کئی شمارے طبع ہوئے تھے۔ایک شمارے میں ''لو پھر بہار آئی، ربوہ کی یاد لائی'' کے عنوان سے نظم شائع ہوئی تو ملتان کے مرزائی ڈپٹی کمشنر ایس ایم حسن نے پرچے کی ضمانت ضبط کرنے کا حکم دیا جس پر میں نے غریب کی اشاعت بند کر دی۔بعدازاں مولانا حافظ سید عطاء المنعم بخاری نے ماہنامہ ''مستقبل'' جاری کیا۔جو علم و ادب کا ایک منفرد اور مثالی مجلّہ تھا۔اس کے ساتھ انہوں نے ''نادیۃ الادب

الاسلامی'' کے نام سے ایک ادبی تنظیم قائم کی جس کے وہ سربراہ اور امیر مقرر ہوئے۔ راقم الحروف اس کا قیم (سیکرٹری جنرل) تھا ل۔ علاوہ ازیں حافظ سید ابوذر بخاری نے انہی دنوں ''سہ روزہ''مزدور'' جاری کر کے''اسلامک ٹریڈ یونین'' اور''اسلامی کسان کمیٹی'' بنائی تھی۔ ان اقدامات سے حافظ صاحب کے فکری ونظری رجحانات کی سمت متعین ہوتی ہے۔ وہ اسلامی معاشی انقلاب کے زبردست داعی تھے۔ انہی دنوں آغا شورش کاشمیری نے روزنامہ''آزاد'' کی ادارت سے الگ ہو کر اپنا ہفت روزہ ''چٹان'' جاری کیا تو آزاد کی ادارت چودھری افضل حقؒ کے عزیز چودھری ظہور الحق کے سپرد ہوئی۔ ان کے بعد ڈاکٹر صابر ملتانی ، پھر حضرت امیر شریعت کے حکم سے آزاد کی ادارت مجھے نصیب ہوئی تھی۔ حضرت امیر شریعتؒ کی زیر سرپرستی''آزاد'' تحریک تحفظ ختم نبوت کا ترجمان تھا۔ اس کے شعبۂ تحریر میں مولانا سید ابوذر بخاری' میرے خاص معاون اور رہنما تھے۔ ان کے علمی و ادبی شہ پارے''آزاد'' میں بھی شریک اشاعت ہوتے تھے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت ہمہ گیر ہوگئی تو اس کے ترجمان روزنامہ''زمیندار'' اور روزنامہ''آزاد'' لاہور کو ایک ایک سال کے لئے جبراً بند کر دیا گیا تھا، چنانچہ ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں مجلس عمل کے تمام رہنما (حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ، مولانا سید ابوالحسنات محمد احمد قادری خطیب مسجد وزیر خان لاہور، مولانا عبدالحامد بدایونی ، ماسٹر تاج الدین انصاری اور دیگر رہنما گرفتار کر لئے گئے۔ اسی رات پولیس مجھے بھی گرفتار کرنے آئی تو میں مظفر گڑھ جا چکا تھا، وہاں سے ملتان آیا اور مولانا سید ابوذر بخاری کو ساتھ لے کر لاہور میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ہاں قیام کیا، مولانا غلام غوث ہزاروی بھی موجود تھے، چند روز بعد ۵/مارچ کو جنرل اعظم خاں کے مارشل لاء کا نفاذ ہوا تو مجھے مظفر گڑھ سے گرفتار کر کے لاہور سنٹرل جیل میں پس دیوار زنداں کر دیا گیا جہاں تھوڑے ہی دنوں کے بعد کراچی میں گرفتار شدہ عظیم شخصیات کو بھی لاہور سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا گیا تھا، اس دوران مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری ایسے روپوش ہوئے کہ ہزار کوشش کے باوجود یہ حضرات قابو میں نہ آ سکے تھے، خفیہ مقامات پر رہ کر ان حضرات نے تحریک ختم نبوت کو ہمہ گیر کرنے میں لائق تحسین خدمات انجام دیں تھیں

تحریک ختم نبوت کے دوران حکومت کی جانب سے مولانا سید ابوذر بخاری کو روپوشی کے دوران دستیاب ہو جانے کی صورت میں گولی مار دینے کا حکم تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی ہر طرح حفاظت وصیانت کی، کسی نے سچ کہا ہے۔

مارنے والے سے بچانے والا ''ڈاہڈا'' ہے

مجلس تحفظ ختم نبوت اور سید ابوذر بخاریؒ

قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام واحد دینی جماعت تھی جس پر مسلم لیگی حکمرانوں نے پابندی عاید کر کے خلاف قانون قرار دے دیا تھا، جبکہ مجلس کے سربراہ حضرت امیر شریعتؒ نے ۱۹۴۸ء میں ہی انتخابی سرگرمیوں سے دامن کش ہو

کر اپنی جماعت کو صرف عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے محدود اور مخصوص کر لیا تھا، چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ کے مکان پر احرار رہنماؤں کے اجلاس میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں آیا جو درحقیقت مجلس احرار پر پابندی کی وجہ سے احرار کی دینی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کا اسٹیج تھا۔ جس میں حضرت امیر شریعت سرپرست اور قائد، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی امیر ،مولانا محمد علی جالندھری ناظم اعلیٰ اور مجھے سیکرٹری نشر و اشاعت مقرر کیا گیا تھا۔ مولانا سید ابوذر بخاری کا شروع سے ہی مؤقف تھا کہ مجلس احرار کے مقابلے میں ختم نبوت کے نام پر کوئی الگ جماعت نہ بنانی چاہیے بلکہ متحدہ ہندوستان میں جس طرح احرار کا شعبۂ تبلیغ خدمات انجام دے رہا تھا اور قادیان احرار کا ختم نبوت ٹرسٹ قائم تھا اسی طرز کا تمام مکاتب فکر پر مشتمل تبلیغ ختم نبوت ٹرسٹ قائم کر کے خدمات انجام دی جائیں تو بہتر ہے۔ اس سلسلے میں مولانا محمد علی جالندھری اور حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری کے مابین اختلافات تھے۔ چنانچہ اسی عدم موافقت کا یہ ثمرہ ہے کہ سید عطاء المنعم شاہ بخاری (جانشین امیر شریعت) کو مجلس تحفظ ختم نبوت کے کسی شعبے حتیٰ کہ رکنیت کا بھی اہل نہیں سمجھا گیا، حتیٰ کہ مولانا محمد علی جالندھری کی وفات کے بعد آج کل ان کے فرزند ناظم اعلیٰ ہیں۔ انہوں نے بھی مولانا سید ابوذر بخاری کو اس حد تک نظر انداز کیا ہے کہ مجلس کے زیر اہتمام اشاعت پذیر کسی بھی مطبوعات میں حافظ صاحب کا نام نہیں آنے دیا ہے، خصوصاً ضخیم کتاب ''قادیانیت میری نگاہ میں''۔ علماء کرام صحافیوں اور دانشوروں کے تذکرے میں حافظ صاحب کو بہر طور نظر انداز کر کے حضرت امیر شریعت کے خاندان اور اولاد سے بے وفائی کی افسوسناک مثال پیش کی گئی ہے۔ جبکہ علماء، خطباء، صحافیوں اور دانشوروں کی فہرست میں کئی سخت مخالفوں کے نام درج ہیں۔ ایسی تنگ نظری کی وجہ سے مجلس تحفظ ختم نبوت کی منفردانہ حیثیت ختم ہوگئی اور اسی مقصد کی خاطر مختلف حضرات نے ختم نبوت ہی کے نام سے اپنی الگ الگ تنظیمیں قائم کر لی ہیں، جو ہرگز مستحسن نہیں۔

علمی ادبی خدمات

بہرنوع مولانا حافظ عطاء المنعم شاہ بخاری نے عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس صحابہؓ کے تحفظ کی خاطر جو علمی خدمات انجام دی ہیں وہ منفردانہ حیثیت رکھتی ہیں، اس سلسلے میں ان کی گرانقدر تصانیف ملّت اسلامیہ کا لائق افتخار اثاثہ ہیں، حافظ صاحب نہ صرف کئی ضخیم کتابوں کے مصنف تھے بلکہ اہل علم و قلم کا ایک وسیع حلقہ بھی قائم کیا تھا، ان کے ممدوح اہل قلم میں سے منور مرزا جالندھری، احمد سعید اختر، لطیف مرزا، منظور احمد بھٹی، حافظ عبدالرشید ارشد، سید محمد طلحہ گیلانی، حفیظ رضا پسروری علامہ لطیف انور، پروفیسر خالد شبیر، شریف جالندھری، رفیق اختر، عمر فاروق، شاہد کاشمیری اور عباس نجمی کے نام خصوصاً قابل ذکر ہیں ۔ حافظ صاحب صحیح الفکر ادیبوں، شاعروں، دانشوروں اور علماء کرام کے بڑے قدردان تھے۔ حضرت امیر شریعتؒ اور مولانا سید ابوذر بخاری دونوں باپ بیٹا علامہ طالوت کو شاعری میں استاد مانتے تھے۔ حافظ صاحب کے ادبی مقام کی بلندی کا اندازہ ان کے کلام سے لگایا جاسکتا ہے۔ ان کا کلام مولانا ابوالکلام آزاد کے ادبی شکوہ اور ظفر علی خان کی لفاظی اور قافیہ بندی، علامہ طالوت کی روانی اور ادبی چاشنی کا آئینہ دار ہے۔ مولانا سید ابوذر بخاری بایں طور بھی خوش نصیب تھے کہ انہوں نے اپنے پسماندگان

میں عزیزان حافظ سید محمد کفیل شاہ بخاری، سید محمد ذوالکفل بخاری (بھانجے) اور سید محمد معاویہ بخاری ایسے فرزندار جمند چھوڑے ہیں جو اس باعظمت خاندان کی دینی و علمی قدروں اور روایات کے صحیح محافظ اور علم و ادراک کی اعلیٰ صلاحیتوں سے متصف ہیں۔ حافظ سید محمد کفیل شاہ بخاری مجلّہ ''نقیب ختم نبوت'' کے مدیر ہیں۔ مولانا سید ابوذر بخاری کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ اُمّ کفیل بھی ایک عالمہ، فاضلہ، ادیبہ اور شاعرہ ہیں۔ ان کا نعتیہ کلام روح افزا اور ایمان افروز ہوتا ہے۔ مولانا سید ابوذر بخاری کے بہنوئی ابوالکفیل حافظ پروفیسر سید محمد وکیل شاہ بخاری ایک ممتاز دینی شخصیت اور علم و ادب میں خوب دسترس رکھتے ہیں۔ مولانا سید عطاء المنعم ابوذر بخاری کے ہونہار فرزند عزیزم سید محمد معاویہ بخاری ماہنامہ ''الاحرار'' کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ وہ اپنے والد ماجد کے علمی ادبی اور سیاسی شعور سے متصف اور سلجھے ہوئے اہل قلم ہیں۔ نیز مولانا حافظ سید ابوذر بخاری کی تصانیف اور ان کے ادبی کلام کی شایان طریق سے اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں۔ جوہر خطابت اس خاندان کو ورثے میں ملا ہے۔ مولانا سید ابوذر بخاری کے بعد ان کے بھائیوں میں سید عطاء المہیمن بخاری (امیر مجلس احرار اسلام پاکستان) اپنے والد ماجد حضرت امیر شریعتؒ اور اپنے برادر اکبر مولانا سید ابوذر بخاری کی' مولانا سید محمد کفیل بخاری اپنے ماموں کی اور سید محمد معاویہ بخاری اپنے والد ماجد کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے' عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس صحابہ کرامؓ کے تحفظ کے لیے اپنے ایمان افروز اور ولولہ انگیز خطاب سے مسحور کر رہے ہیں:

''اللہ کرے زور بیاں زور قلم اور زیادہ''

مولانا حافظ سید عطاء المنعم ابوذر بخاری کی علمی و ادبی عظمت کا...... اس سے اندازہ لگائیے کہ حضرت امیر شریعتؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''میرا بیٹا علم و ادب میں مجھ سے کہیں زیادہ فوقیت اور فضیلت لے گیا ہے۔'' والد صاحب کا اپنے لختِ جگر کو یہ خراج تحسین بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

مولانا سید ابوذر بخاری کی تصانیف میں سے ''صلوٰۃ الرسول (ﷺ)، سواطع الالہام، سیرت خلفائے راشدینؓ، مقدمات امیر شریعت، کلیات ابوذر بخاری، مجدِ اعظم، مجمع المصادر العربیۃ، کانِ پارسی، احکام و مسائل (خطبات جمعہ و عیدین)'' اور دیگر کتب کے نام خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ مولانا سید ابوذر بخاری' شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ بروز منگل ۲۸ رجمادی الاوّل ۱۴۱۶ھ ۲۴ راکتوبر ۱۹۹۵ء دین و دیانت، علم و عرفان اور فضل و کمال کا یہ خورشید جہاں تاب سرزمین ملتان میں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ اس روز پاکستان میں مکمل سورج گرہن تھا۔ ان کے سانحۂ ارتحال پر کسی نے کیا خوب کہا تھا:

آج گہنا گیا آفتابِ ھُدیٰ اور ظلمت بڑھی الحفیظ الاماں
نورِ تحقیق کا اک اجالا گیا بڑھ گئیں ظلمتیں اور تاریکیاں

میرزا ادیب (قسط اوّل)

آغا شورش کاشمیریؒ

سردی کا آغاز ہو چکا تھا۔ نومبر کے ابتدائی دنوں میں سے کوئی دن تھا اور وقت صبح کا تھا۔ ہوا خوشگوار تھی۔ اس خوشگوار ہوا کے جھونکے جب چہرے کو چھوتے تھے تو بڑا لطف آتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب میں بحیثیت ایک نظم گو شاعر کے کافی حد تک مشہور ہو چکا تھا۔ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں زیر تعلیم تھا تو ذکر آغازِ سرما کی ایک صبح کا تھا۔ میں گھر سے نکل کر بھاٹی دروازے تک پہنچا۔ دروازے میں سے نکلا تو سرکلر روڈ پر آ کر انارکلی کی طرف روانہ ہو گیا گنپت روڈ پر چند منٹ ہی چلا تھا کہ ایک سانولا دراز قد لڑکا لپک کر میرے پاس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں مٹی کا ایک پیالہ تھا جس میں زیادہ سے زیادہ آدھ پاؤ دہی ہو گی۔

''آؤ میرزا! بیٹھو دہی اندر رکھ کر ابھی آتا ہوں''، ہم دونوں دائیں جانب ایک لمبی گلی پر چلنے لگے پھر کچھ دور پہنچ کر ایک اور گلی میں داخل ہو گئے یہ گلی بھی دائیں جانب تھی۔ وہ سانولے رنگ کا دراز قد لڑکا ایک پھاٹک کے اندر داخل ہو گیا اور ایک منٹ میں غائب ہو گیا۔ میں پھاٹک کے اندر دالان میں بچھی ہوئی ایک جھلنگا چارپائی پر بیٹھ کر اس کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس چارپائی کے بان کا کافی حصہ نیچے لٹک کر زمین کو چھو رہا تھا۔ ابھی پانچ منٹ بھی نہیں گزرے ہوں گے کہ وہ پھٹے پرانے چپل زور زور سے زمین پر پٹختا ہوا وارد ہو گیا۔

''چلو ناشتہ لے آئیں''، اور ہم ناشتہ لینے کے لئے چل پڑے۔ راستے میں وہ بتاتا رہا کہ اس نے ساری الف لیلہ پڑھ لی ہے۔ استاد ذوق کا دیوان پڑھنا شروع کر دیا ہے پھر اس نے پوچھا میرزا تم نے کونسی تازہ نظم لکھی ہے۔ میں نے کہا کہ ایک انگریزی نظم Daffodils کا ترجمہ کیا ہے' کہنے لگا جمعرات کو میٹنگ ہو گی اس میں پڑھنا۔ ہم اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے ہسپتال روڈ پر پہنچ گئے۔ ایبک روڈ کے متصل ایک چھوٹی سی دکان کے اندر ایک بوڑھا آدمی جس کی سفید داڑھی سے پسینے کے قطرے مسلسل گر رہے تھے۔ بڑی مستعدی سے تنور سے کلچے نکال نکال کر گاہکوں کو دے رہا تھا۔ وہ تنہا سب کام انجام دیتا تھا۔ میدے کے پیڑے بھی بناتا تھا پیڑوں کو کلچوں کی شکل بھی دیتا تھا اور انہیں جلدی جلدی گدی پر رکھ کر' تنور کے اندر لگاتا بھی تھا اور سیخوں سے ایک ایک دو دو کر کے انہیں نکالتا بھی جاتا تھا۔ ساتھ ہی گاہکوں سے پیسے وصول کر کے خود ہی ان کے رومال پھیلا کر کلچوں کی مطلوبہ تعداد بھی دیتا جاتا تھا۔ ایک جانب مٹی کا پیالہ بھی پڑا تھا جس میں وہ گاہکوں سے پیسے وصول کر کے اور ان پر ایک نظر ڈال کر رکھتا جاتا تھا۔ یہ سارے کے سارے کام وہ ایک لمحہ توقف کئے بغیر کر رہا تھا۔ وہ ان سب کاموں کا عادی تھا اور ان کی انجام دہی میں اسے کسی قسم کی دقت کا سامنا کرنا نہیں پڑتا تھا۔ اس نے ہم دونوں کو آتے دیکھا تو مسکرا کر معنی خیز انداز میں سر ہلانے لگا جیسے کہہ رہا ہو۔ آ گئے ہو مفت خورو! اور ہم دونوں مفت خورے' دکان کے سامنے کھڑے ہو گئے' ہمیں دیکھتے ہی گاہکوں میں اضطراب کی رو دوڑ گئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بابا ان سب کو نظر انداز کر کے سب سے پہلے مفت خوروں کو کلچے دے گا اور یہ اس کا روز کا معمول ہے۔

بوڑھے نے چار کلچے الگ کر دیئے۔ دو میرے دوست نے اٹھا لئے اور دو میں نے۔ میں نے اپنے دوست کی طرف دیکھ کر آنکھ کے اشارے سے کہا: ''چلو اب کھڑے کیوں ہو'' اس نے دایاں ہاتھ فضا میں لہرا کر رک جانے کے لئے کہا۔ بوڑھا اپنے کام میں مصروف رہا۔ گاہک آتے رہے اور جاتے رہے اور ہم دونوں کھڑے رہے۔

''کریمے! اب کیا ہے؟ بوڑھے نے میرے دوست کو مخاطب کر کے کہا۔

''نانا! پیسے؟''

''روز پیسے...... روز پیسے؟ بڑے فیلسوف ہو گئے ہو۔''

''نانا شکر کے لئے پیسے دو'' اور نانا جان نے ایک آنہ اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر رکھ دیا۔ میرے دوست کی باچھیں کھل گئیں۔ جب جانے لگے تو پیچھے سے آواز آئی:

''کریمے پتر!'' اب کے بوڑھے کی آواز میں بڑی شفقت تھی۔ ہم دونوں واپس جانے لگے۔ بوڑھے نے میرے دوست کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

''پتر! بخار اتر گیا ہے؟''

''اتر گیا ہے''

وہ شفقت انگیز ہاتھ میرے دوست سے ہٹ کر میرے سر پر پھرنے لگا۔

''لے پتر! تو بھی ایک آنہ'' اور ایک آنہ مجھے بھی مل گیا۔

گاہکوں کا ہجوم بڑھ گیا تھا۔ بوڑھا ان کی طرف متوجہ ہو گیا اور ہم واپس جانے لگے ابھی ایبک روڈ پر ہی پہنچے تھے کہ میرے دوست نے ایک کلچہ توڑ کھا بائیں ہاتھ میں اور دوسرے کلچے کو دوہرا کر کے بار بار اسے دانتوں کے نیچے لا کر سانس لئے بغیر نگلنے لگا۔ راہگیر اسے حیرت سے دیکھنے لگے کہ یہ کیسا آدمی ہے...... بازار میں وحشیوں کی طرح کلچہ کھا رہا ہے مگر میرے دوست کو ان لوگوں کی طعن آمیز نظروں کی مطلقاً پرواہ نہیں تھی' وہ اس انداز میں کلچہ کھاتا رہا اور جب پورے کا پورا کلچہ نگل گیا تو بائیں ہاتھ والا کلچہ بھی اس کے دائیں ہاتھ میں آ گیا اور اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کرنے لگا۔ جب تک ہم گنپت روڈ پر پہنچے دونوں کلچے اس کے پیٹ میں جا چکے تھے اور مجھے یہ اذیت ناک احساس پریشان کرنے لگا کہ اب میرے کلچوں کی خیر نہیں۔ گھر پہنچتے ہی وہ مجھ سے میرا ایک کلچہ لے لے گا اور معذرت بھی نہیں کرے گا۔ ہم اس کے مکان کے دالان میں اسی جھلنگا چارپائی پر بیٹھ گئے جہاں کچھ دیر پہلے میں نے بیٹھ کر اس کا انتظار کیا تھا۔ وہ اندر چلا گیا اور دہی والا پیالہ لے آیا:

''یار! تُو تو اپنے دونوں کلچے کھا چکا ہے'' میں نے احتجاجاً کہا۔

''کھا چکا ہوں پھر کیا ہے؟''

''اب دہی کے ساتھ کیا کھاؤ گے؟''

''کلچے اور کیا؟''

میں نے سوچ لیا میرے دونوں کلچوں کی خیر نہیں کیونکہ میرے دوست نے کلچے نہیں کلچے کہا تھا۔ میں نے دیکھا وہ بے تحاشا ہنسنے لگا اور پھر یوں ہوا کہ اس نے اپنے میلے کچیلے کرتے کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور جب اسے نکالا تو اس کی انگلیاں ایک کلچے کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھیں۔ یہ کلچہ اس نے چارپائی کے ایک طرف رکھ دیا جیب میں پھر ہاتھ ڈالا تو ایک اور کلچہ نکال لیا۔

''یار کریم! یہ کہاں سے آ گئے۔ تم نے تو اپنے دونوں کلچے کھا لئے تھے، نہیں ہڑپ کر لئے تھے۔''

''دیکھو تو میرزا''

''دیکھ تو رہا ہوں...... یہ تمہارے پیٹ سے نکل کر دوبارہ جیب میں کیسے پہنچ گئے؟''

''پیٹ سے نہیں دکان سے نکل کر آئے تھے!''

میں حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''نانا پیار کر رہا تھا تو میں نے جلدی سے یہ کلچے جیب میں ٹھونس لئے تھے۔''

''یار سچ؟''

''تو اور کہاں سے آ گئے؟''

وہ زور زور سے ہنسنے لگا اور اس کے منہ سے تھوک نکل کر میری پیشانی پر آ لگی۔

''یار میرزا! دیکھا میں کتنا استاد آدمی ہوں۔''

میرا دوست سچ مچ استاد آدمی تھا...... مگر اس وقت تک اس کی استادی ایسی ہی بچگانہ حرکتوں تک محدود تھی۔ اس کی حقیقی استادی کا زمانہ بہت دور تھا۔ ابھی اس کی طفلانہ استادی اور فرزانہ استادی میں ہزاروں دنوں کی روشنیاں اور ہزاروں راتوں کے اندھیارے حائل تھے۔ ان روشنیوں اور اندھیروں کو عبور کر کے اسے اپنی حقیقی استادی کے مقام بلند پر پہنچنا تھا۔ لیکن ابھی مجھے اس کی حقیقی استادی سے کچھ تعلق نہیں۔ ابھی تو مجھے اس کی انہی حرکتوں سے تعلق ہے جن سے اس کی نوجوانی عبارت تھی۔ تو آغاز سرما کی اس صبح کو میں اور وہ گنپت روڈ کی ایک گلی کے اندر ایک بڑے سے پھاٹک کے پاس جھلنگا چارپائی پر کلچے دہی میں ڈبو ڈبو کر کھا رہے تھے۔

''کیوں میرزا آیا مزا؟۔ دو پیسے کی شکر ڈالی ہے۔''

''بہت مزے دار ہے'' اور میں نے واقعی سچی بات کہی تھی۔ وہ شکر آلودہ دہی بڑی میٹھی تھی اور وہ نرم نرم کلچے عجیب مزہ دے رہے تھے۔ میرا دوست...... وہ لمبا، سانولے رنگ کا نوجوان...... ماں باپ نے اس کا نام عبدالکریم رکھا تھا اور جس کاشمیری خاندان کا وہ فرد تھا وہ امرتسر رہتا تھا۔ یہ خاندان امرتسر سے نکل کر لاہور میں آ بسا۔ لاہور آنے کے بعد اس خاندان نے کہاں رہائش اختیار کی۔ یہ میں نہیں جانتا۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ میں نے عبدالکریم کو جب سے دیکھا تھا وہ گنپت روڈ کی اس چھوٹی سی گلی کے اندر ایک بہت معمولی مکان ہی سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ انہی دنوں جب اسے شاعری کا شوق چڑھ آیا تو اس کے لئے تخلص کا انتخاب ہم سب کے لئے ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ ہم جو اس کے دوست تھے ایک روز پھاٹک کے اندر چارپائی پر بیٹھ کر اس نہایت اہم مسئلے پر غور کرنے لگے۔ اس وقت وہاں میں تھا۔ علاؤالدین اختر تھا، حکیم بدر محی الدین تھا، چونی لال کاوش تھا اور یزدانی

جالندھری تھا۔

کسی نے کہا عبدالکریم کریم، دوسرا بولا نہیں عبدالکریم کرم۔فضول ہے۔شاید حکیم بدرمحی الدین نے اس تجویز کو رد کر دیا۔ چونی لال کاوش نے کھڑے ہو کر کہا۔سنو، دوستو! غور سے سنو۔آج ہمارے دوست کی رسمِ ختنہ۔نہ نہ نہ میری توبہ ''رسمِ تخلص برداری'' ادا ہو رہی ہے۔ چونکہ عبدالکریم کو ہم سب سے اُلفت ہے اور ہمیں بھی اس ''دلم سلخے'' سے اُلفت ہے۔اس لئے اس کا تخلص اُلفت ہونا چاہیے۔''

یہ الفاظ سنتے ہی عبدالکریم چارپائی پر سے اُٹھ کر فرش پر ناچنے لگا۔

''عبدالکریم اُلفت مبارک ہو''

''عبدالکریم میری طرف سے مبارکباد'' میں نے بھاگ کر اسے گلے سے لگالیا۔اور عبدالکریم یکے بعد دیگرے مبارکبادیں قبول کرنے لگا۔اس کا رنگ فرطِ مسرّت سے سُرخ ہو گیا تھا۔

''اور میں اب تجویز کرتا ہوں کہ عبدالکریم اُلفت اسی خوشی میں ہم سب کا منہ میٹھا کرائے۔''

یہ تجویز علاؤالدین اختر کی تھی اور اسے سنتے ہی عبدالکریم جو بے تحاشا ناچ رہا تھا، جلدی سے چارپائی کے اوپر بیٹھ گیا۔

''ارے بالما! تُو جھاگ کی طرح بیٹھ گیا ہے!''

''یار میری جیب میں تو ایک دمڑی بھی نہیں۔''

''پھر یہ تخلص واپس کردو......ورنہ......''

علاؤالدین اختر نے راگ الاپا۔''بالما موئے بے دردی...... جیب میں نہیں ایک دمڑی۔''

''ہائے ہائے ہائے'' سب کے سب سینہ کوبی کرنے لگے۔

عبدالکریم اُلفت کو معلوم ہو گیا کہ اگر اس نے کھسک جانے میں جلدی نہ کی تو زبانوں کی تیزی وتندی بانہوں میں آجائے گی اور وہ یہ کہہ کر اندر جانے لگا۔''لاتا ہوں۔بھائی! لاتا ہوں۔''

آدھ گھنٹہ گزر گیا...... پورا گھنٹہ بیت گیا اور عبدالکریم اُلفت کا کوئی پتا نہیں۔اسے آوازیں دی جارہی ہیں' چیلنج دیئے جارہے ہیں مگر وہ تو نہ جانے کہاں اور کس طرح غائب ہو گیا تھا۔پندرہ بیس منٹ اور انتظار کرنے کے بعد ہم بے نیل مرام اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔حکیم بدرمحی الدین یاروں کا یار تھا۔اس کا گھر ہمارے لئے تفریح گاہ بھی تھا، جائے ملاقات بھی، جائے پناہ بھی۔چوک متی کے علاقے میں کتابوں کی ایک بہت وسیع اور پرانی دکان' جے ایس سنت سنگھ کے عقب میں، ایک تنگ وتاریک گلی کے اندر حکیم بدرمحی الدین کا مکان واقع تھا۔حکیم صاحب اس مکان میں تنہا رہتے تھے۔شادی ہوئی نہیں تھی۔اس مکان میں ان کے والد کے علاوہ اور کبھی کوئی خاندانی فرد نہیں دیکھا گیا تھا۔ہم لوگ، وہاں جاکر آپس میں ملتے تھے۔مزے لے لے کر باتیں کرتے تھے۔ایک دوسرے کو اپنے لکھے ہوئے شعر سناتے تھے اور سب سے زیادہ یہ کہ تاش کھیلتے تھے۔یہ گھر ہمارے لئے ایک قسم کا تاش گھر' بن گیا تھا۔ہم یہاں بڑے شوق سے تاش کھیلتے رہتے تھے اور اس کھیل میں چار چار پانچ پانچ گھنٹے گزار دیتے تھے

۔عبدالکریم اُلفت بھی وہاں پہنچ جاتا تھا مگر اسے تاش سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ہم اسے کھیل میں شریک کرنے سے بالعموم احتراز کرتے تھے مگر جب چار ساتھی موجود نہیں ہوتے تھے تو اسے مجبوراً شامل کرنا پڑتا تھا۔ اس سے یہ وعدے ضرور لیتے تھے کہ سنجیدگی سے کھیلے گا اور خرمستی نہیں دکھائے گا۔ وہ وعدہ کر لیتا تاش کھیلنے میں کوئی ایسی ویسی حرکت نہیں کرے گا۔ دو تین ''بازیاں'' تو پر امن فضا میں ہو جاتی تھیں لیکن اس کے بعد عبدالکریم اُلفت کے اندر سوئی ہوئی خرمستی' اچانک جاگ اُٹھتی تھی، پہلے تو وہ مولانا ظفر علی خاں یا کسی اور شاعر کے شعر گنگنانے لگتا تھا۔ پھر کہنیوں کے سہارے بیٹھ جاتا تھا دوسرے کے پتے دیکھنے کی کوشش کرنے لگتا تھا۔ معاملہ یہیں تک محدود نہیں رہتا تھا۔ پتا فرش پر اس زور سے پھینکتا تھا کہ وہ کہیں سے کہیں جا پڑتا تھا۔

ہم چند منٹ تو اس کی حرکتیں برداشت کرتے رہتے، اُسے سمجھاتے بھی رہتے، وعدہ بھی یاد دلاتے رہتے مگر جب صورتِ حال اس طرح بگڑ جاتی کہ وہ لیٹ کر کھیلنے لگتا تو ماحول ناخوشگوار ہو جاتا۔ ہم اسے پابدست دِگرے، دست بدست دگرے، کی صورت میں کمرے سے باہر نکال دیتے۔ ایک روز ہم بڑے انہماک سے تاش کھیل رہے تھے۔ عبدالکریم میرا ساتھی بن کر کھیل رہا تھا اور اس کی سنجیدگی بتا رہی تھی کہ کوئی ایسی ویسی حرکت نہیں کرے گا...... مگر صاحب عبدالکریم اُلفت شروع سے آخر تک سنجیدہ رہے، یہ ممکن نہیں تھا۔ پہلے تو اس نے پھیپھڑوں کا پورا زور لگا کر شعر گائے...... پھر لیٹ گیا اور لگا کیکڑے کی طرح اپنی لمبی لمبی ٹانگیں مارنے۔

حکیم بدر محی الدین چیخے! ''کریم! باز آتے ہو کہ نہیں۔''

عبدالکریم یہ فقرہ ''کریم باز آتے ہو کہ نہیں'' استادانہ رنگ میں گانے لگا اور لگا تانیں مارنے۔

چونی لال بولا ''یہ نہیں باز آئے گا۔ کرتب دکھاؤ۔''

کرتب ہمارے ہاں ایک خاص اصطلاح کے طور پر رائج تھا اور اس کے ساتھ کئی قسم کے معنی وابستہ ہو گئے تھے۔ مثلاً ہم بیٹھے ہوئے ہیں کہ اتنے میں کوئی غیر پسندیدہ شخص آ جاتا ہے۔ ایسے میں مَیں یزدانی جالندھری سے کہتا۔ ''یارو! کرتب دکھاؤ''

اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی ایسی حرکت یا کام کرو کہ نو وارد چلا جائے۔ آسان تجویز یہ ہوتی تھی کہ ہم میں سے ایک شخص گھبرا کر کہہ اُٹھتا: ''ارے غضب ہو گیا...... چار بج گئے ہیں اور ہمیں ساڑھے تین بجے فلاں جگہ جانا تھا۔''

یہ بات سنتے ہی بظاہر سب کے سب گھبرا جاتے اور وہ غیر پسندیدہ شخص سچ مچ گھبرا کر رخصت ہو جاتا۔ عبدالکریم اُلفت کے معاملے میں کرتب کا مطلب یہ تھا کہ اسے زبردستی ہاتھ پاؤں پکڑ کر کمرے سے نکال دو۔ اس وقت ہم نے یہ کرتب کیونکر دکھایا اور اس کا نتیجہ کیا نکلا...... یہ میں ابھی عرض کرتا ہوں مگر پہلے حکیم بدر محی الدین کے مکان کے اس حصے کا نقشہ سامنے لائیے جہاں ہم بیٹھا کرتے تھے۔ یہ حصہ دو کمروں پر مشتمل تھا۔ سیڑھیوں کے اوپر ایک کمرہ تھا...... اور اس کے وسط میں دو تین سیڑھیاں تھیں اور سیڑھیوں کے ساتھ ایک کمرہ تھا اس کمرے کا اپنا دروازہ تھا اور پہلے کمرے سے نسبتاً بڑا تھا۔ اس کے فرش پر دری بچھی رہتی تھی حکیم بدر محی الدین اس کمرے کی خاص طور صفائی کرتا تھا اور ہمیں بھی ہدایت تھی کہ جب یہاں آؤ اپنے جوتے نچلے کمرے میں اتار کر آؤ۔ تو اس دن کرتب شروع ہونے والا تھا اور حسبِ معمول معرکے کا کرتب تھا۔ عبدالکریم کو معلوم تھا کہ اس

کرتب کا تعلق اس کی ذات سے ہے اور اسے ایک بھرپور حملے کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

عبدالکریم دیوار کے ساتھ کھڑا ہوگیا اور اس نے اپنی آستینیں چڑھالیں۔ ادھر سے چونی لال کاوش بھی اکھاڑے میں اترنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ وہ ہم میں سب سے زیادہ طاقتور تھا۔ میں اور یزدانی جالندھری تو بس ''ریلو کٹے'' تھے۔ البتہ حکیم بدر محی الدین بڑا فعال آدمی تھا۔

کاوش نے عبدالکریم کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ لیا۔ حکیم بدر محی الدین نے عبدالکریم کی لمبی لمبی بانہوں کو قابو میں لانے کی سعیٔ بسیار کی اور ہم دونوں نحیف ونزار آدمی یعنی میں اور یزدانی بس شور مچاتے رہے اور اپنے دونوں پہلوانوں کی ہمت بڑھاتے رہے۔ بڑے معرکے کا رن پڑا اور ہمارے پہلوانوں نے عبدالکریم کو اوپر کے کمرے سے نکال کر نچلے کمرے میں دھکیل کر جلدی سے دروازہ بند کردیا۔ اب دروازے پر مکوں اور لاتوں کی بارش ہونے لگی۔ چند منٹ بعد یہ بارش تھم گئی۔ ہمارا حریف شکست کھا کر مضمحل ہوچکا تھا۔

''اب چھوڑ دو یار'' کاوش کو اپنے شکست خوردہ حریف پر رحم آ گیا۔ حکیم بدر محی الدین نے دروازے پر پہنچ کر کہا

''خرمستی کرو گے؟''

باہر سے آواز آئی ''نہیں''

''توبہ کرو'' کاوش نے ارشاد فرمایا۔

''توبہ''

''کس کی توبہ؟''

''سب کی توبہ''

''نہیں کہو میری توبہ''

''میری توبہ''

کئی منٹ کے بعد ضدی حریف رام ہوگیا اور اس نے توبہ کرکے یقین دلایا کہ آئندہ خرمستی نہیں کرے گا۔ دروازہ کھول دیا گیا اور عبدالکریم جو پسینے میں ڈوبا ہوا تھا اوپر کے کمرے میں آتے ہی دری پر لیٹ گیا۔ ہم تاش کھیلنے لگے اور وقفے وقفے بعد اس پر آوازے بھی کستے جاتے تھے مثلاً ''مر گئے ہو کہ زندہ ہو؟''

''دودھ جلیبیاں کھاؤ گے؟''

عبدالکریم چپ چاپ لیٹا رہا...... ہم پورے انہاک سے تاش کھیلنے لگے۔ اپنے گہرے انہاک میں مَیں نے دیکھا کہ دروازے پر ایک سایہ سا نظر آیا اور پل بھر میں غائب ہوگیا۔

''خس کم جہاں پاک'' میں نے کہا

(جاری ہے)

قادیانیت کوئی مذہب نہیں بلکہ دجل و تلبیس اور فراڈ و دھوکہ دہی کا دوسرا نام ہے

قادیانیت کا پول کھل چکا ہے اور اب یہ روبہ زوال ہے (شیخ راحیل احمد)

جماعت احمدیہ جرمنی کے سابق امیر، نومسلم جناب شیخ راحیل احمد کی ٹیلی فون پر عبداللطیف خالد چیمہ سے بات چیت

چیچہ وطنی (۱۴ر ستمبر) حال ہی میں قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کرنے والے مشہور قادیانی لیڈر اور جرمنی کی قادیانی جماعت کے سابق سربراہ راحیل احمد شیخ نے کہا ہے کہ قادیانیت کوئی مذہب نہیں بلکہ دجل و تلبیس اور فراڈ و دھوکہ دہی کا دوسرا نام ہے۔ قادیانیت کا پول کھل چکا ہے اور اب یہ روبہ زوال ہے۔ جو اعداد و شمار قادیانیت قبول کرنے والوں کے بتائے جارہے ہیں، وہ سراپا جھوٹ ہے اور یہی جھوٹ قادیانیوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ باتیں انہوں نے مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ سے ٹیلی فون پر گفتگو کرتے ہوئے کیں۔

انہوں نے کہا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا ہے کہ مجھے ہدایت ملی ہے اور میں اس کفر و گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل کر محمد عربی ﷺ کی سچی غلامی میں آ گیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اپنی سابقہ زندگی پر ندامت ہے۔ انہوں نے کہا میں قادیانیت کے اندر باہر کو پوری طرح جانتا ہی نہیں، پہچانتا بھی ہوں اور مجھ سے رائل فیملی کا کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔ میں نے شعوری طور پر قادیانیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے اور تمام قادیانیوں سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ قادیانیت کے اصلی چہرے کو سمجھنے کی کوشش کریں تو راہ حق کی تلاش آسان ہو جائے گی۔ انہوں نے تمام مسلمانوں سے درخواست کی کہ وہ میرے اور خاندان کی اسلام پر استقامت اور ایمان پر خاتمے کی دعا کریں۔ انہوں نے کہا کہ پوری دنیا سے اہل اسلام کی طرف سے مجھے پیغامات اور مبارکباد کے ذریعے جو محبت دی گئی ہے اس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔

مسافرانِ آخرت

☆ تحریک طلباء اسلام چیچہ وطنی کے سابق اور افتخار علی پوسوال کے والدِ گرامی چودھری محمد اشرف پوسوال جولائی میں انتقال کر گئے۔

☆ چیچہ وطنی کے معروف شاعر اور ادیب محمد ادریس قمر گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔ مرحوم حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور حضرت پیر جی عبدالعلیم شہیدؒ کے انتہائی قریبی اور بے تکلف ساتھیوں میں سے تھے۔ شعبۂ صحافت کے ذریعے دینی تحریکوں اور مجلس احرار اسلام کی تازندگی بھرپور معاونت کرتے رہے۔

☆ حضرت مولانا مفتی محمد انور مدظلہٗ (استاذ جامعہ خیر المدارس ملتان) اور حضرت مولانا محمد ازہر (خیر المعارف اکیڈمی، ملتان) کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین) قارئین سے درخواست ہے کہ ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کا خصوصی اہتمام کریں۔ (ادارہ)

شیخ راحیل احمد
سابق امیر جماعت احمدیہ (جرمنی)

میں قادیانی سے مسلمان کیوں ہوا؟

دو دن قبل اس ناچیز کو برادرِ محترم عبید اللہ صاحب نے انٹرنیٹ کے ذریعے مولانا منظور چنیوٹی صاحب کا حکم پہنچایا کہ چناب نگر میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخی دن کی یاد میں منعقد ہونے والی ''ختم نبوت کانفرنس'' کے شرکاء کے سامنے بیان کرنے کے لیے اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ لکھ کر بھجوا دوں۔

اس وقت ایک طرف نظر اپنی تہی دامنی اور سیاہ کاریوں پر پڑی تو دوسری طرف اس غفور الرحیم کی بے انتہا نوازشوں پر، دل سے آواز اٹھی کہ اللہ بے نیاز ہے، میری خطاؤں سے اور مجھے ڈھانپ رکھا ہے، اپنی عطاؤں سے۔ اتنے بڑے بڑے بزرگانِ دین وعلماء کرام کے پر مغز وروح پرور ارشادات کے درمیان اس جاہل، بے علم و بے عمل کا واقعہ قبول اسلام و پیغام پڑھ کر سنایا جائے گا۔ یقیناً یہ اللہ ہی ہے جو عزت دیتا ہے۔ یہ جو مجھے اور میرے خاندان کو قبول اسلام کی سعادت ملی ہے، اس میں میرا اپنا کوئی کمال نہیں اور کوئی حصہ نہیں بلکہ قرآن پاک کی ابدی صداقت ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہی ہے جو جس کو چاہتا ہے ہدایت کے نور سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے ظلمت کے اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ خدائے واحد لاشریک نے ہمیشہ مجھ پر فضل کیا ہے لیکن اب سب فضلوں سے بڑھ کر مجھ بے مایہ پر کیا کہ میں جس نے قادیانیوں کے گھر آنکھ کھولی اور قادیانیت میں تیسری چوتھی نسل تھی اور خالص قادیانی ماحول سدھایا گیا۔ قادیانیت میں بندہ پرورش نہیں پاتا بلکہ سدھایا جاتا ہے۔ ربوہ میں تعلیم پائی اور عمر بھر مختلف عہدوں پر فائز رہا اور ۵۶ سال کی عمر میں، خدائے پاک مجھے ظلمت سے نکال کر روشنی میں لایا۔ اللہ تبارک تعالیٰ کا فضل یہیں پر نہیں رکتا بلکہ میرے ساتھ میرے خاندان کے مزید ۹، افراد کو بھی محمد ﷺ کے ہاتھوں کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی میں لا بٹھاتا ہے اور اپنے حبیب کے صدقے مجھے میرے خاندان کے ساتھ قبول حق کی توفیق دی۔ الحمد للہ ۱۹۶۶ء کی بات ہے کہ کراچی میں میری واقفیت ایک بہت پیارے اور نیک انسان سے ہوئی اور یہ واقفیت وقت کے ساتھ ساتھ گہری اور بے لوث دوستی میں ڈھلتی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ دوست کہنے لگے کہ دیکھو یار! مسلمان ہو جاؤ یا پھر مجھے بھی قادیانی بنا لو۔ بات مذاق میں ٹل گئی۔ لیکن میرا وہ پیارا بھائی مذاق نہیں کر رہا تھا بلکہ سنجیدہ تھا۔ آخر طے پایا کہ ہم کچھ عرصہ کے بعد اکٹھے بیٹھیں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ دلیل سے بات کر کے کسی نتیجہ پر پہنچیں گے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ غلطی خوردہ بھائی سعید فطرت ہے۔ میرے پاس سچائی ہے، جب بھی بیٹھیں گے میں منٹوں میں اس کو قائل کر کے احمدی بنالوں گا۔ بلکہ عالم تصور میں اس کو احمدی کے طور پر دیکھنا

بھی شروع کر دیا اور اس وقت کے مربی کو بھی کہا کہ جلد ہی آپ کو خوشخبری دوں گا لیکن قدرت میری اس نا سمجھی پر اس وقت یقیناً ہنس رہی ہوگی کہ اس کے مقدر میں کیا لکھا ہے اور یہ کیا سوچ رہا ہے ہمارا یہ پروگرام کسی نہ کسی وجہ سے کل پر ٹلتا رہا۔ پھر میں کراچی چھوڑ کر چناب نگر (اس وقت ربوہ) آ گیا۔ اور وہ پروگرام بظاہر وہیں رکا رہا مگر میرے اس عزیز بھائی کے ذہن میں زندہ رہا ہم پھر اس طرح اکٹھے نہیں بیٹھ سکے۔ میں جرمنی آ گیا لیکن دلوں کے اندر ایک دوسرے کی چاہت کی شمع اسی آب وتاب سے روشن رہی۔ جب بھی رابطہ ہوتا تو اس کا ایک ہی سوال ہوتا کہ مسلمان کب ہو رہے ہو یا مجھے قادیانی کب بنا رہے ہو؟ اس کی دعائیں خدا نے سنیں اور کئی سال پہلے ایک دو باتیں اللہ تعالیٰ میرے سامنے لایا کہ میں کچھ سوچنے پر مجبور ہوا اور جیسے ہی اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پٹی ہٹائی اور میں نے کھلے دل سے مطالعہ شروع کیا تو میرا دن بدن یقین پختہ ہوتا گیا کہ مرزا صاحب کچھ بھی ہو سکتے ہیں پر نبی اور محدث نہیں اور جماعت احمدیہ کا مذہب کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر محمد ﷺ والا اسلام نہیں۔ آیئے! میں آپ کو اس شخص کا نام بتاؤں جو سینتیس سال تک ہمت نہیں ہارا اور آج وہ بھی میری طرح ہی آپ کی محبتوں اور دعاؤں کا طلبگار ہے کہ وہ سائے کی طرح ساتھ لگا رہا اور ضمیر کی چبھن بن کر مجھے کچوکے لگاتا رہا اور دعاؤں میں یاد رکھتا رہا۔ اس کا نام جمشید بھٹی، الیکٹریکل انسٹرکٹر، پاک بحریہ کراچی ہے۔ میری آپ کے توسط سے تمام مسلمانوں سے درخواست ہے کہ جب میرے اور میرے اہل خانہ کے لیے دعا کریں تو اُسے اور اس کے اہل خانہ کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ میں یہاں مسئلہ ختم نبوت یا وفات حیات عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی بات نہیں کروں گا کہ جید علماء کرام ان چیزوں پر مجھ سے کہیں زیادہ بہتر اور مدلل طریق پر روشنی ڈال چکے ہیں لیکن ایک چیز کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ مسلمان عام قادیانی سے محبت سے پیش آئیں۔ اس کو گالی نہ دیں وہ غریب تو سدھایا ہوا ہے۔ اس کے لیے دعا کریں۔ حکمت کے ساتھ اس سے بات کریں اور وفات عیسیٰ علیہ السلام یا ختم نبوت کے مسئلہ پر بحث نہ کریں۔ ورنہ وہ آپ کو زیر بحث میں الجھا کر مہینوں تک بحث کو کھینچے گا اور آپ کو سوائے وقت ضائع کرنے کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس قسم کی بحث علماء کرام کے لیے رہنے دیں۔ آپ قادیانی دوستوں سے پوچھیے کہ وہ مرزا صاحب کو کیا مانتے ہیں؟ وہ آپ کو بتائیں کہ وہ مسیح موعود، مہدی موعود مانتے ہیں، نبی مانتے ہیں محدث مانتے ہیں۔ تو اب ان سے کہیے کہ آئیں مرزا صاحب کی ذات اور شخصیت پر گفتگو کرتے ہیں اور ان سے پوچھیں اگر مرزا صاحب اپنی ہی تحریروں، اقوال، گفتگو واپنے صحابہ کی تحریروں اور ان کی اپنی اولاد کی تحریروں سے ہی اس حیثیت کے اہل ثابت نہ ہوں تو پھر ان کا کیا ردّ عمل ہوگا۔ ان سے کہیں کہ مرزا صاحب کی اہلیت ثابت کر دیں تو پھر کسی بات کی ضرورت نہیں۔ اس موضوع کو عام آدمی بھی زیر بحث لا سکتا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اس میدان میں کبھی نہیں ٹھہر سکیں گے۔ ان کی زندگی کے ایسے گوشے دبیز پردوں میں چھپائے گئے ہیں مگر علمائے حق نے عرق ریزی کے ساتھ ایسے ایسے گوشوں کو بھی کھنگالا ہے کہ بندہ ان کاوشوں پر عش عش کر اٹھتا ہے۔ جب

آپ حکمت کے ساتھ ان کے سامنے یہ چیزیں پیش کریں گے تو ان پر ضرور اثر ہوگا۔ان شاء اللہ میں پچھلے کئی سالوں کے مطالعے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جماعت احمدیہ یقیناً اسلام نہیں اور نہ ہی اسلامی فرقہ ہے بلکہ ایک نیا مذہب ہے جو آکاس بیل کی طرح اسلام کے درخت پر چڑھا دیا گیا ہے۔اسلام کے بانی حضرت محمد ﷺ تھے اور احمدیت کا بانی مرزا غلام احمد تھا۔محمد مصطفیٰ ﷺ کو مان کر کوئی شخص مسلمان ہو سکتا ہے لیکن مرزا صاحب کو مان کو کوئی شخص صرف احمدی یا قادیانی تو ہو سکتا ہے مگر مسلمان نہیں۔کیونکہ یہ دونوں الگ الگ مذہب ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی حضرات کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ'' ہی پڑھتے ہیں لیکن اس میں وہ مرزا صاحب کو بھی شامل سمجھتے ہیں۔اگر کوئی انکار کرے تو اسے کہیں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی کتاب ''کلمتہ الفصل'' پڑھ لے لیکن جب آپ کلمہ پڑھتے ہیں تو خدا کی قسم اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہوتی اور وہ کلمہ خالص محمد مصطفیٰ ﷺ کا کلمہ ہوتا ہے۔رسول اکرم ﷺ اکابرین کی جماعت پیدا کر کے گئے ہیں۔جماعت احمدیہ میں صرف وہی رہ سکتا ہے جو منافق بن کر رہے خود مرزا محمود کی منطق کے مطابق ۹۹ فیصد سے زیادہ احمدی منافق ہیں۔جماعت احمدیۂ مذہب کے نام پر پیسہ اکٹھا کرنے ولی جماعت ہے جو چندہ نہیں بلکہ جگا ٹیکس لیتی ہے۔اب میں اپنے احمدی/قادیانی دوستوں سے (جو یہاں موجود ہیں اور ان کی وساطت سے باقی دوستوں سے) ایک سوال کرتا ہوں کہ چلیں ہم کچھ دیر کے لیے آپ کی بات مان لیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نبی ہے، نبی کی دعائیں اللہ اس کی امت کے لیے قبول کرتا ہے یا نہیں اور نبی کی دعاؤں میں اس کی امت میں نیک، متقی، پرہیز گار اور امامت کے قابل لوگوں کے پیدا ہونے کی دعا شامل ہوتی ہے یا نہیں؟ اب یا تو مرزا صاحب کی دعاؤں کی قبولیت نہیں تھی یا پھر انہوں نے اپنی امت میں نیک لوگوں کے پیدا ہونے کی دعا ہی نہیں کی۔دونوں طرح سے ان کی نبوت مشکوک ٹھہرتی ہے کیونکہ جماعت کے دعوے کے مطابق جماعت کی تعداد بیس کروڑ ہے (حالانکہ تعداد محل نظر ہے مگر وقتی طور پر یہ بھی مان لیتے ہیں) کیا بیس کروڑ احمدیوں میں ایک بھی تقویٰ، پاکیزگی اور دیانت و قیادت کے معیار پر پورا نہیں اترتا تھا، جس کو آپ خلیفہ بنا سکتے۔کیا تقویٰ، پاکیزگی اور قیادت کے قابل صرف مرزا صاحب کا خاندان ہے۔جب آپ اس جماعت میں رہ کر پچھلے ایک سو سال سے زیادہ کے عرصہ میں بھی خاندان مرزا غلام احمد سے باہر ایک بھی متقی نہیں پیدا کر سکے تو پھر آپ کے لیے قابل غور لمحہ ہے۔صرف آپ مرزا کی زندگی کا مطالعہ کیجیے۔اُس کی کتابیں دیکھئے۔اس کے اقوال پڑھئے۔اس کے نام نہاد اصحاب کی تحریریں دیکھئے۔اس کے بیٹوں کی تحریریں دیکھئے لیکن وہ تحریریں نہیں جو یہ آپ کو دکھاتے ہیں بلکہ وہ جو انہوں نے شائع کیں اور اب ان کو چھپاتے پھرتے ہیں تو یقیناً میری طرح آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ مرزا کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر نبی یا محدث نہیں ہو سکتا۔اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کو ایمان کی روشنی میں رکھے اور آپ کو بھی محمد ﷺ کی اصلی غلامی میں آنے کی توفیق دے۔آمین!

مولانا محمد مغیرہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قادیانی گستاخیاں

اللہ کے آخری رسول سیدنا ومولانا محمد کریم ﷺ سے قبل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام رسول تھے۔ جو صاحب شریعت اور صاحبِ کتاب نبی ورسول تھے۔ آپ کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیت کہا، کلمہ اور روح کے لقب کے اعزاز سے سرفراز فرمایا۔ **وجیھا فی الدنیا والآخرۃ** کہا جب ماں پر تہمت لگی تو گود میں ہی اپنی ماں پر لگی تہمت سے برأت کا اعلان ان لفظوں میں فرمایا: **انی عبداللّٰہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا این ما کنت** حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے بڑی کتابوں میں انجیل نازل فرمائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے نبیوں اور رسولوں کی طرح معجزات عطا کئے۔ آپ کا یہ معجزہ تھا کہ آپ مادرزاد اندھے پر ہاتھ پھیرتے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیدہ ور ہو جاتا۔ مرض برص میں مبتلا شخص پر ہاتھ پھیرتے تو برص کی مرض سے ٹھیک ہو جاتا۔ آپ مردے پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو جاتا۔ یہ بھی آپ کا معجزہ تھا کہ جو کچھ لوگ کھاتے یا گھر ذخیرہ کرتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام معجزہ کے طور پر بتا دیتے۔ آپ ہر وقت تبلیغ دین کے لیے سرگرداں رہتے۔ تبلیغ دین میں اتنے مگن کہ نہ شادی کر سکے نہ ہی رہائش کے لیے کوئی مکان بنایا۔ اسی لیے آپ کو مسیح کا لقب عطا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت کے تحت آسمانوں پر اٹھا لیا اور اب آسمان پر تشریف فرما ہیں اور حضور ﷺ سے معراج کی رات بالمشافہ ملاقات ہوئی۔ قیامت سے پہلے دنیا میں تشریف لائیں گے۔ ان کے ہاتھ سے دجال کا قتل مقدر ہو چکا ہے۔ چالیس سال دنیا میں حاکم عادل اور خلیفہ راشد کی حیثیت سے رہیں گے۔ پوری زمین پر اسلام کا جھنڈا بلند ہوگا کہ اسلام کے علاوہ کوئی دین باقی نہیں رہے گا۔ آپ حج یا عمرہ کریں گے پھر چالیس سال کے بعد آپ کا انتقال ہو جائے گا۔ اور حضور علیہ السلام کے روضہ اطہر میں دفن ہوں گے کہ ابھی تک روضہ رسول علیہ السلام میں انہی کے لیے قبر کی جگہ موجود ہے۔ آپ اللہ کے اولوالعزم پیغمبر تھے۔

مگر مرزا غلام احمد قادیانی کو دیکھئے کہ وہ اپنی ناپاک قلم سے اتنے بڑے برگزیدہ پیغمبر کی شان میں کس قدر ہرزہ سرائی کرتا ہے:

۱) ''مریم کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا تا کہ وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو اور تمام عمر خاوند نہ کرے لیکن جب چھ سات مہینے کا حمل نمایاں ہو گیا تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا 'یوسف نامی ایک نجار سے نکاح کر دیا اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ بعد مریم کو بیٹا پیدا ہوا' وہی عیسیٰ یا یسوع کے نام سے موسوم ہوا۔'' (خزائن۔ جلد ۲۰' ص ۳۵۵۔۳۵۶)

۲) ''مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے مگر خوانین سرحد کے بعض قبائل میں یہ مماثلت عورتوں کو اپنے منسوبوں سے حد سے زیادہ ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات نکاح سے پہلے حمل بھی ہو جاتا ہے جس کو برا نہیں مانتے بلکہ ہنسی ٹھٹھے میں بات کو ٹال دیتے ہیں۔'' (خزائن۔ جلد ۱۴' ص ۳۰۰)

۳) ''آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں، نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے

آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا مگر یہ بھی خدائی کے لیے ایک شرط ہو گی آپ کا کنجریوں سے میلان اور محبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔'' (خزائن۔جلد ۱۱' ص ۲۹۱)

۴)''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے (حضرت عیسیٰ کے) معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا۔اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ معجزہ مانگ کر حرام کار اور حرام کی اولاد بنیں مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے' خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب سے فیصلہ کر دیا کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔''

(خزائن۔جلد ۱۱' ص ۲۹۰۔۲۹۱' حاشیہ)

۵)''آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آ جاتا تھا۔اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیتے تھے۔یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام) کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔'' (خزائن۔جلد ۱۱' ص ۲۸۹)

۶)''یسوع اس لیے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور یہ خراب چال چلن نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خوری کا ایک بدنتیجہ ہے۔'' (خزائن۔جلد ۱۰' ص ۲۹۶' حاشیہ)

۷)''لیکن جس قدر حضرت مسیح الٰہی صداقت اور ربانی توحید کے پھیلانے سے ناکام رہے۔شاید اس کی نظر کسی دوسرے نبی کے واقعات میں بہت ہی کم ملے گی۔'' (خزائن۔جلد ۵' ص ۲۰۰)

۸)''ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو' اس سے بہتر ہے غلام احمد'' (خزائن۔جلد ۱۸' ص ۲۴۰)

یہ ہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریریں جن میں مرزا قادیانی نے کھلم کھلا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے

کیا کسی نبی کی توہین کرنا کسی دین و مذہب میں جائز ہے؟ کیا کسی نبی کی تحقیر کرنا قرآن و حدیث کی روشنی میں کفر نہیں؟ کیا عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونے پر آپ کا ایمان نہیں؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاک دامن ہونے پر آپ کا ایمان نہیں؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات پر آپ کا ایمان نہیں؟ کیا آپ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے رسول ہونے پر ایمان نہیں؟ تو پھر آپ کیوں مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں؟ ایسے شخص کو اچھا جاننا یا اس کے پیروکاروں سے تعلق استوار رکھنا غیرت ایمانی کے منافی ہے۔

آج فیصلہ کریں' آئندہ کسی مرزائی سے آپ دوستی نہیں رکھیں گے۔اگر خدانخواستہ آپ کے حلقہ احباب میں کوئی مرزائی گھسا ہوا ہے تو اسے نکال باہر پھینکیں کہ غیرت ایمانی کا تقاضا یہی ہے۔

پنجابی کہانی: علی انور احمد　　　　اردو کاوش: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

''پھجّا''

ہمارے معاشرے کے ہر گھر کی ایک دلچسپ اور چُبھتی ہوئی کہانی

سکول سے فارغ ہونے کے بعد پھجّے کا زیادہ تر وقت کھیلوں میں گزرنے لگا۔ اور وہ کبڈی کھیلنے اور کُشتی لڑنے لگا۔ اٹھارہ انیس سال کی عمر میں وہ کبڈی کا ایک مشّاق کھلاڑی بن چکا تھا۔ اُس کے باپ کو اُس کی شادی کی فکر ہوئی۔ گاؤں میں بیٹے' بیٹی کی شادی جلد کر دی جاتی ہے۔ اس کی پُشت پر گاؤں کے رہنے والوں کا اپنا ایک فلسفہ ہے۔ جو اگر اتنا اچھا نہیں تو اتنا بُرا بھی نہیں ہے۔ پھجّے کے لئے رشتوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ باپ اپنے بھائی کی بیٹی کو اپنی بہو بنانا چاہتا تھا' جب کہ ماں اپنے بھائی کی بیٹی سے اُس کی شادی کرنا چاہتی تھی۔ پھجّے کا باپ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ کیوں کہ دونوں بھائی کھیتوں کے کنارے' مشترک ہونے کی وجہ سے آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ یہ لڑائی جھگڑا شاید ختم ہو جاتا مگر دشمنی اُس وقت اور بڑھ گئی جب پھجّے کے چچّا نے روکنے کے باوجود زبردستی دو ایکڑ زمین ایک تیسرے آدمی کو فروخت کر دی۔ جبکہ پھجّے کے باپ نے وہی قیمت ادا کرنے کی آفر کی تھی جو خریدار دے رہا تھا۔ مگر اُس کے بھائی نے انکار کر دیا اور کہا ''تمہارے لئے قیمت زیادہ ہو گی کیونکہ یہ زمین تمہارے کھیت کے ساتھ لگتی ہے اور زیادہ سوٹ کرتی ہے۔ اُس وقت تو پھجّے کا باپ اکڑ گیا کہ میں زیادہ قیمت کیوں ادا کروں۔ مگر بعد میں جب زمین بِک گئی' وہ بہت پچھتایا' پھر اُس نے حق شفعہ کر دیا۔

اس لڑائی کی وجہ سے دونوں بھائی ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے گئے اور پھجّے کی ماں کو اپنے بھائی کی بیٹی کو بہو بنانے کا موقع مِل گیا۔ پھجّے کا ماموں کسی سے کم نہ تھا۔ مگر مقدمہ بازیوں نے اُسے کنگال کر دیا تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ پھجّے کی شادی' اُس کے ماموں کی بیٹی سے ہو گئی۔ لڑکی خوبصورت تھی اور پھجّے کی پسند بھی مگر وہ اپنی طبیعت سے مجبور تھا۔ وہ ہر وقت غصّے میں رہتا۔ باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اُٹھتی جوانی' کبڈی کا ایک اچھا کھلاڑی اور پُورے ایک مربّعے کا وارث' ان تمام باتوں نے مل کر اُسے مزید بگٹٹ کر دیا تھا۔ ویسے بھی گاؤں کے بزرگ بیوی کو پاؤں کا جوتا سمجھتے ہیں۔ اور جُوتے کے بارے میں اُن کا نظریہ ہے کہ جُوتے کا کیا ہے' پہنا' پہنا۔ نہ پہنا' نہ پہنا! پھجّے کو بھی ماحول سے ایسی ہی سوچ اور تربیّت ملی تھی۔ چنانچہ شادی کے ایک مہینے بعد ہی اُس نے بیوی کو پیٹ دیا۔ وجہ بھی کوئی ایسی نہ تھی۔ صبح کے وقت جب وہ دونوں اکٹھے کھانا کھا رہے تھے (نئے شادی شُدہ' کچھ مُدّت تک اکٹھے کھانا کھاتے ہیں) پھجّے نے اپنے سُسر کے بارے میں' مذاق میں کوئی ایسی بات کر دی جس کا اُس کی بیوی نے بُرا منایا (عورتیں اپنے ماں باپ کے بارے میں بہت حسّاس ہوتی ہیں)۔ اُس وقت تو اُس نے کوئی بات نہ کی مگر بعد میں اُس نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ نئی شادی شُدہ دُلہن اگر ناراض ہو تو اُس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اُسے کوئی منائے مگر پھجّے کو اس بات کی سمجھ نہ آئی' وہ تو جب دوپہر کے کھانے پر بیٹھا اور اُس نے اپنی دُلہن کو بھی کھانے کے لئے بلایا اور وہ نہ آئی تو اُسے احساس ہوا کہ ضرور کوئی بات ہے۔ ابھی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ وہ بیوی کے پاس گیا اور اُسے کھانا کھانے کے لئے کہا۔ وہ شامت کی ماری نخرے میں آ گئی۔ کہتے ہیں عورت ساس پہلے اور ممانی' پھوپھی بعد میں ہوتی ہے۔ پھجّے کی ماں کو بیٹے کا اپنی بیوی کو اس طرح منانا اچھا نہ لگا۔ اُس کے منہ سے نکل گیا ''دیکھنا پھجّے کہیں رن مرید نہ بن جانا!''

بس پھر کیا تھا پھجّے کو یہ بات کھا گئی۔غُصّے میں آ کر اُس نے بیوی کو تھپّڑ مار دیا۔وہ بے چاری حیران رہ گئی۔وہ ساس فوراً پھوپھی بن گئی اور پھجّے کو بُرا بھلا کہنے لگی۔مگر اب کیا فائدہ؟ جب ایک دفعہ ہاتھ اُٹھ گیا سو اُٹھ گیا۔ایک جھجک تھی جو اُتر گئی پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔بات بات پہ لڑنا اور بیوی کو مارنا،پھجّے کے لئے کھیل بن گیا۔گاؤں کے مولوی صاحبان اور تو بڑے بڑے مسئلے،مسائل بتاتے ہیں مگر یہ نہیں بتاتے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں اور پیغمبروں میں سے کسی ایک نے بھی اپنی بیوی کو نہیں مارا۔بلکہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ اچھا انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔بزرگوں کا کہنا ہے جیسے دیوار کو مار لیا ایسے بیوی کو مار لیا۔مگر اس کے باوجود ہمارے بھائی یہ دیوار کو مارنے والا کام بڑے ذوق وشوق سے کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بڑے فخر سے بتاتے ہیں کہ میں نے بیوی کو دبا کے رکھا ہوا ہے۔وہ میرے سامنے دم نہیں مار سکتی۔پھجّے کی بیوی نے بہت ہاتھ پاؤں مارے،ناراض ہو کر میکے بھی بیٹھی رہی مگر کوئی بات نہ بنی۔اِس معاشرے نے عورتوں کو دبا کر رکھنے کے لئے یہ اُصول بنایا ہوا ہے۔کہ باپ جب بیٹی کو ڈولی میں بٹھاتا ہے تو کہتا ہے۔''بیٹی!اب یہ تیرا گھر نہیں ہے اب تیرا گھر وہ ہے جہاں تو جا رہی ہے۔بیٹی!اِس گھر سے تیری ڈولی جا رہی ہے۔اب اُس گھر سے تیرا جنازہ ہی اُٹھنا چاہیے''۔اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے وہاں ہر طرح کا ظلم سہہ کر گزارا کرنا ہے۔لڑکے والے چاہے کتنے ہی نیک ہوں وہ لڑکی اور لڑکی والوں کی بے عزتی کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔حالانکہ دنیا اس پر تھوئی تھوئی کرتی ہے اور خدا رسول بھی دکھ دینے والے کو پسند نہیں کرتے۔روتے دھوتے اٹھارہ برس گزر گئے۔پھجّے کا باپ،اللہ کو پیارا ہو گیا۔پھجّا اب پھجّا نہیں بلکہ فضل دین تھا اور اپنے جیسے چھوٹے موٹے زمینداروں میں چودھری فضل دین!فضل دین کا غصہ اب بھی اُسی طرح تھا اور اُس کے مارنے پیٹنے کے انداز میں کمی تو آ ئی تھی مگر اس کا خاتمہ ابھی تک نہیں ہوا تھا۔بیوی کے معاملے میں بہت سخت مشہور تھا۔

پھر ایک دن ایسا آیا کہ چودھری فضل دین کی بیٹی،رانی کی رُخصتی ہو گئی۔فضل دین کو لوگوں نے پہلی بار اُس وقت روتے ہوئے دیکھا جب اُس کی نازوں پلی بیٹی ڈولی میں بیٹھ رہی تھی۔اُن دنوں فضل دین کو تاش کھیلنے کی عادت پڑ گئی۔اُس نے کام کاج کے لئے ایک ملازم رکھ لیا۔زمین ٹھیکے پر دے دی اور سارا دن اپنے جیسے لوگوں سے تاش کھیلتا۔ایک دن وہ اپنے دوستوں کے ساتھ تاش کھیل کر واپس آیا تو اُس کی بیوی خوف کے مارے جلدی جلدی آٹا گُوندھ رہی تھی۔آج اُسے دیر ہو گئی تھی اور وہ وقت پر روٹی نہ پکا سکی تھی۔فضل دین جب تاش کھیل کر آتا تو اُسے بھوک لگی ہوتی۔اُس وقت روٹی نہ ہونا،اُس کے غُصّے کو آگ دکھانے کے مترادف تھا۔وہ روٹی وقت پر نہ پکانے کے سلسلے میں پہلے بھی ایک دفعہ بیوی کو مار چکا تھا۔فضل دین نے جب دیکھا کہ ابھی آٹا ہی گوندھا جا رہا ہے تو غُصّے سے اُس کی آنکھیں لال سرخ ہو گئیں اور وہ بیوی کو مارنے کے لئے آگے بڑھا۔اُس کی بیوی ڈر کر پیچھے ہٹی۔فضل دین نے ہاتھ اٹھایا پھر کچھ سوچ کر چُپ چاپ اندر بیٹھک میں جا کر چارپائی پہ پڑا رہا۔کافی دیر کے بعد،جب اُس کی بیوی روٹی لے کر اندر گئی تو اُس نے فضل دین کو گہری سوچ میں ڈوبا پایا۔اُس نے ڈرتے ڈرتے فضل دین سے اُس کی گہری سوچ کی وجہ پوچھی تو فضل نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا:

''جو سلوک میں تیرے ساتھ کرتا رہا ہوں اور اب تک کر رہا ہوں اگر وہی سلوک ہمارا داماد ہماری بیٹی رانی کے ساتھ روا رکھّے تو پھر......؟''،فضل دین کی آواز بھرّا گئی وہ چادر میں منہ دے کر رونے لگا۔اُس دن کے بعد فضل دین''رن مرید''مشہور ہو گیا۔

خیرالنّساء بہتر
(والدہ ماجدہ سید ابوالحسن علی ندویؒ)

بچیوں سے باتیں

ناول اور افسانے

ناول نہ دیکھو بلکہ اسے اپنے گھر میں نہ رکھو، نہ کسی کو لانے دو۔ عام طور پر لڑکیاں اب ناول کی ایسی عادی ہیں کہ اگر کسی وقت نہ ملے تو گویا فاقہ ہے، اس سے خدا کے لیے باز رہو، ان کو پڑھ کر اپنے دلوں کو بے غیرت اور نگاہوں کو آوارہ نہ کرو، اپنی عزت و ناموس اور حرمت کا پاس رکھو اور ان کی حفاظت کرو، غزل خوانی کا شوق نہ رکھو، یہ بھی تمہیں زیبا نہیں، اگر تمہیں راگ نکالنے کا شوق ہے تو مناجاتیں ہی کیا کم ہیں، غزلوں میں وہ الفاظ آتے ہیں جو تمہیں سُننا نہ چاہئیں، نہ یہ کہ تم خود سناؤ، اس وقت غزل گانے والیاں گھر میں نہیں آنے پاتی تھیں۔

بچیو! ذرا غور کرو کس قدر فرق آ گیا ہے، صرف اندازِ خیال بدل جانے سے تمام باتیں بدل گئیں، نہ وہ رونق رہی ہے نہ وہ دولت نہ وہ برکت، نہ کسی شے میں لذت نہ باتوں میں لُطف نہ کپڑے میں زینت، نہ بچوں میں بچپن، نہ بوڑھوں میں دانائی، غرض کہ اب عالم ہی نیا ہے اور دنیا ہی دوسری ہے، بجائے شرم وحیا کے اب بے حیائی ہے، گھروں میں گندے اور عُریاں لٹریچر کی ریل پیل ہے جن سے بداخلاقی اور بے حیائی کی وبا پھوٹ رہی ہے اور بجائے اتباعِ سنت کے دنیاداری ہے بجائے اطمینان وخوشی کے فکر و پریشانی ہے، جو آسودہ حال برسوں مہمانوں کو کھلاتے تھے، آج اچھے سے اچھے گھر اپنے لیے پریشان ہیں، نہ وہ دن ہیں نہ وہ راتیں، نہ وہ صورتیں ہیں، نہ وہ سیرتیں، نہ وہ دل ہیں نہ وہ ہمتیں، نہ وہ دلچسپی کے سامان نہ دل لگی، اگر دیکھئے بھی کبھی تو خواب پریشان، غرضکہ ہر جگہ سے اُف اُف کی صدا آ رہی ہے، یہ سب بدخیالی کا ثمرہ ہے جیسی روح ویسے فرشتے، افسوس صد افسوس وہ باتیں آج خواب ہیں۔ یہاں میں یہ کہہ دوں کہ شرم فقط یہی نہیں کہ تم پردہ میں بیٹھ گئیں، پردہ ہو گیا، شرم یہ بھی ہے کہ کسی سے فرمائش نہ کرو اس سے آدمی خفیف ہو جاتا ہے چاہے کتنا ہی پیارا ہو۔ غیرت بڑی چیز ہے۔

چھوٹوں سے محبت واُلفت کا برتاؤ

ایسی رہو کہ تم سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔ ہر دلعزیز رہو۔ بھائی بھاوج تم سے خوش رہیں، بھتیجی بھتیجے تمہاری محبت کا دم بھرنے لگیں، تمہارے برتاؤ سے سب خوش رہیں، غیرت وشرم یہ بھی ہے کہ اپنوں کو بری حالت میں نہ دیکھ سکو، چھوٹوں سے محبت کرو، ان کے کھانے، کپڑے کی فکر رکھو، ان سے لڑو بھڑو نہیں۔ بہت نرمی سے کام لو پڑھنے لکھنے کا شوق دلاؤ، سویرے اٹھا کر ضرورت کے لیے پانی اور کھانا موجود رکھو، جب اس سے فارغ ہو جائیں، کتاب ہاتھ میں دے کر پڑھنے کے لیے بھیج دو، غرض یہ کہ ہر وقت ان کا خیال رکھو۔

عینک فریمی

زبان میری ہے بات اُن کی

☆ جنرل پرویز منتخب صدر ہیں۔ (شیخ رشید)

بنے بنائے صدر ہیں۔

☆ سرحد حکومت کے خاتمے کے لئے 6 ارکان کی کمی ہے۔ (شیخ رشید)

فکر کی ضرورت نہیں۔ خرید وفروخت جاری رہنی چاہیئے۔

☆ ہم کسی آمر کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہو سکتے۔ (نوابزادہ نصر اللہ)

اِس راہنما سے مانگ' نہ اُس راہنما سے مانگ
شورشؔ جو مانگنا ہے اپنے خدا سے مانگ

☆ تاجر پر تشدّد...... کسی افسر یا اہل کار کو شہری کی عزت سے کھیلنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ (ڈی پی او جاوید شاہ)

ذہنی اور جسمانی طور پر اُس کا کچومر نکال دیں گے۔

☆ اسرائیلی وزیر اعظم شیرون' اسلحہ ڈیلروں کے ساتھ بھارت پہنچ گئے۔ (ایک خبر)

اور حکمران پوچھتے ہیں' یہودیوں سے ہماری کیا دشمنی ہے؟

☆ پاکستان نے ایف بی آئی کے پُراسرار آلات کی کلیئرنس دینے سے انکار کر دیا۔ امریکی سفیر کا شوکت عزیز سے رابطہ۔ (ایک خبر)

ہانڈی وچ کوئی گھیو نہ پاوے
ساڈا شوکت آوے ای آوے

☆ کارروائی میں رکاوٹ ڈالنے والے ارکان کو نااہل کر سکتا ہوں۔ (چودھری امیر حسین' سپیکر)

صرف اُوپر سے اشارے کا انتظار ہے۔

☆ میرے جدید روشن خیال اسلامی مملکت کے تصوّر کو فوج کی مکمل تائید حاصل ہے۔ (پرویز مشرف)

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

☆ سرحد حکومت دو نفلوں کی مار ہے۔ (شیخ رشید)

سرحد حکومت دو نفلوں کی مار ہے تو شیخ رشید چار تکبیروں کی مار ہیں (حافظ حسین احمد)

☆ صدر پرویز وردی کی جگہ چاہے غلافِ کعبہ پہن کر آجائیں تو بھی قبول نہیں۔ (مولانا سمیع الحق)

شیر کی کھال پہن کر بھی شیر نہیں بنا جا سکتا۔

☆حکمران ایک طرف ہمیں مذاکرات کی دعوت دے رہے ہیں جب کہ دوسری طرف شیخ رشید کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔(مولانا فضل الرحمٰن)

تبصرے کی ضرورت نہیں!

☆ تھانیدار پر شہری کو ہراساں کر کے رشوت لینے کا الزام! (ایک خبر)

ہراساں کر کے رشوت نہیں لینی چاہیے تھی۔

☆کسی کو اسلام کا ٹھیکیدار نہیں بننے دیں گے، ہم کچھ کم مسلمان نہیں۔ (چودھری شجاعت)

منہ پر ہاتھ پھیریں اور پھر کہیں ''ہم کچھ کم مسلمان نہیں''

☆ پیپلز پارٹی پیٹریاٹ سے اتحاد پاکستان کے ساتھ پیٹریاٹ ازم کے تحت کیا۔(چودھری شجاعت)

جھوٹ سے کیا فائدہ؟ سیدھا کہیں اقتدار کی خاطر کیا۔

☆نیب زدہ کابینہ مشرف سے وردی پر بات نہیں کرسکتی۔ (شجاع الملک)

کہ وردی کے صدقے تو وہ کابینہ میں آئے ہیں۔

☆عوام کا پیسہ اُن پر خرچ نہ کرنے والوں کے گریبان پکڑیں گے۔ (فیصل صالح حیات)

اپنا گریبان پکڑنے والوں کو لوگ دیوانہ کہتے ہیں۔

☆اسمبلیوں میں بیٹھے چور، رسہ گیر اور شرابی اسلامی نظام نہیں آنے دیں گے۔ (مولانا عبداللہ)

ورنہ چھپن سال پہلے آ گیا ہوتا!

☆ جمالی با اختیار وزیراعظم ہیں۔ (صدر پرویز)

وہ تو نظر ہی آ رہے ہیں۔

☆ نکے تھانیدار نے روٹی کی اُجرت مانگنے پر ہوٹل مالک کے بیٹوں کی پٹائی کر دی۔ (ایک خبر)

تھانیدار سے روٹی کی اُجرت مانگنا واقعی زیادتی ہے۔

☆ عراق کی آزادی کی جنگ جدید دور کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ (امریکی فوجی اہلکار)

''جس تن لاگے سو تن جانے''

☆ رضا حیات کی غیر حاضری سے پارلیمنٹ میں قانون سازی نہ ہو سکی۔ (ایک خبر)

کوئی قابل آدمی لگتے ہیں!

☆امریکہ ہمیں ٹارگٹ نہیں بنائے گا۔ (پرویز مشرف)

''دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے''

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

ڈر لگتا ہے

برلا ' ٹاٹا ' سہگل ' آدم اونچی ذات سے ڈر لگتا ہے
دن کا اُجالا کھانے والی کالی رات سے ڈر لگتا ہے
دوست کے خنجر ' بھائی کے گھاؤ اندھی گھات سے ڈر لگتا ہے
ساس ' بہو اور نند اور بھاوج ٹُھڈّے لات سے ڈر لگتا ہے
شادی ' مہندی ، گانا باجا اِن آفات سے ڈر لگتا ہے
آغاز ' انجام کو سامنے رکھ کر ہر بارات سے ڈر لگتا ہے
بُش ' بلئیر اور گاماں ' ماجا سیّئات سے ڈر لگتا ہے
اٹھاون ' وردی ' ایل ایف او کے خفیہ ہات سے ڈر لگتا ہے
جھوٹا نبی ہو یا کذّاب ہر بدذات سے ڈر لگتا ہے
ظالم ' دھوکے باز اور جھوٹے سب حضرات سے ڈر لگتا ہے
مائع ' کاٹن ' موٹی گردن لات منات سے ڈر لگتا ہے
آگ لگی ہے گلشن گلشن پھول اور پات سے ڈر لگتا ہے

گھر کی خیر ہو میرے مولا!
گھر کی بات سے ڈر لگتا ہے

سید کاشف گیلانی

اِک طرف زورِ ستم ہے اِک طرف شورِ فغاں

اے اِلٰہُ العالمیں اے صاحبِ کون ومکاں
المدد ! اے مالکِ جاں، خالقِ کرّ و بیاں

سو رہے ہیں کربل و بغداد میں تیرے سفیر
تُو نگاہِ لطف کر ہم پر بنامِ رفتگاں

بستیوں کی بستیاں برباد کر ڈالی گئیں
اِک طرف زورِ ستم ہے اِک طرف شورِ فغاں

ہم کہ تیرے نام لیوا ہیں اِسی اِک جُرم میں
آسماں سے ٹوٹتی رہتی ہیں ہم پر بجلیاں

ہم بجُز اِس کے کِسی بھی کام کے قابل نہیں
دیکھتے ہیں انقلابِ گردشِ ہفت آسماں

مُنتظر آنکھیں ہیں یارب امتِ مرحوم کی
کون ہے جس کو بنائے یہ امیرِ کارواں

انتہا ظالم نے کردی جبر و استبداد کی
پھٹ رہے ہیں کابل و بغداد میں آتش فشاں

بیچ ڈالا کفر کے ہاتھوں مُسلماں نے ضمیر
الامان و الامان و الامان و الاماں

ہو نہیں سکتے کبھی وہ کامران و کامیاب
جنگ کے میداں سے بھاگیں جو بوقتِ امتحاں

کون سمجھائے ہمارے رہبرانِ قوم کو
ذِلت و رسوائی سے بہتر ہے مرگِ ناگہاں

جب مسلمانوں پہ امریکہ ہُوا تھا فوج کش
کیوں رہا خاموش اُس دم بندۂ سُود و زیاں

شاید اُن کو عقل آ جائے خُدا کے فضل سے
طبع نازک پر مری باتیں تو گزریں گی گِراں

میں اُسی کے نام کا چرچا کروں گا دہر میں
جس نے دی ہے بُت کدے میں مجھ کو توفیقِ اذاں

زندہ رہنے کے لئے کُچھ کام کرنا چاہیے
ہر نفس کم ہو رہی ہے دوستو ! عمرِ رواں

کام یاد آتے ہیں کاشفؔ جانے والوں کے سدا
کون اپنے ساتھ لے کر جا سکا ہے کرسیاں

☆☆☆

جہانگیر مخلص

پارت

(سرائیکی نظم)

تو ڈُکھاں دے سارے سفر یاد رکھیں — کیویں تھئی اے تیڈی بسر یاد رکھیں
جیہڑے ساڈیاں نسلاں دا ساہ پیندے رہ گن — اُنہاں کالے نانگیں دے گھر یاد رکھیں
جَڈاں خواہشیں دا کریں پار جنگل — غریبی دا چِتڑا پدھر یاد رکھیں
جَڈاں ٹھڈے مُلکاں دی سیراں تے ونجیں — میڈی تَسّی روہی تے تھر یاد رکھیں
جَڈاں مُل مہانگیاں قلیناں تے ٹُریں — توں پڑچھے تے تڈیاں دے بَر یاد رکھیں
لغاری ، مزاری ، گیلانی ، عباسی — تیڈی راہ تے ہن اے پتھر یاد رکھیں
اے گردیزی ، مخدوم ، کھچی ، قریشی — انہاں وی نی چھوڑی کسر یاد رکھیں
جیہڑے تیڈی دھرتی دے بن گن وپاری — او کھوسے ، دریشک تے کھر یاد رکھیں
جے بھیڑاں دے وانگوں تو دھرتی تے جیسیں — تے بھیڑاں کو پوندن نَہر یاد رکھیں

جَڈاں فاتحہ وَنج مزاراں تے آکھیں
مظفر دی مخلص قبر یاد رکھیں

☆......☆......☆

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

تبصرہ: ابوالادیب

کتاب: سید ابوالحسن علی ندویؒ ۰ تالیف: بلال عبدالحیٔ حسنی ندوی

ضخامت: ۷۴ صفحات ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد۔ نوشہرہ (سرحد)

ماہنامہ ''القاسم'' نے ۵۶۰ صفحات پر مشتمل، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی پر ایک خصوصی نمبر شائع کیا۔ جناب بلال عبدالحیٔ حسنی ندوی کا زیرِ نظر مقالہ اُس میں چھپ چکا ہے جسے اس ادارے نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ مضمون اس موضوع پر جامع معلومات کا حامل ہے۔ اب علیحدہ شائع کیا ہے۔ ۷۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں مختصر طور پر علی میاںؒ کے حالاتِ زندگی بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے پرنٹنگ واضح، ٹائٹل تین خوبصورت جاذب نظر رنگوں میں ہے۔ قیمت درج نہیں ہے۔

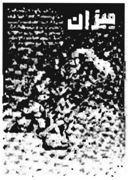

کتاب: میزان افادات: جسٹس (ر) وجیہہ الدین احمد

ضخامت: ۳۶ صفحات قیمت: غیر مجلد: ۲۰۰ روپے مجلد: ۲۵۰ روپے

ملنے کا پتا: پاکستان لاء ہاؤس، پاکستان چوک۔ کراچی

ناشر: ادارہ ''نورٌ علیٰ نور'' کراچی

سود کے موضوع پر اس کتاب میں جسٹس (ر) وجیہہ الدین کے اہم انٹرویوز، تقاریر اور وفاقی شرعی اپیلیٹ بنچ کے جج کی حیثیت سے اُن کے تاریخی فیصلے کی پوری روداد نقل کی گئی ہے۔ یہ تاریخی دستاویز ایک اہم حیثیت کی حامل ہے جناب جسٹس (ر) وجیہہ الدین احمد تقریباً دس سال تک عدلیہ کے اعلیٰ مناصب پر فائز رہے ہیں۔ دینی اور علمی حلقوں میں ان کا تذکرہ زیادہ تر اُس وقت شروع ہوا جب انہوں نے پاکستان سپریم کورٹ کی شریعت اپیلیٹ بنچ کے جج کی حیثیت سے اپنے دوسرے ساتھی ججوں کے ہمراہ سود کے خلاف تاریخ ساز فیصلہ دیا۔

بہرکیف یہ کتاب انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں ''سود'' کے موضوع پر ایک اہم دستاویز ہے۔ جس کی اشاعت کے لئے ماہنامہ ''نورٌ علیٰ نور'' کے مدیر جناب عبدالرشید انصاری مبارک باد کے مستحق ہیں۔

کتاب: فرہنگ سیرت   مرتب ومؤلف: سید فضل الرحمٰن

صفحات: ۳۲۸   قیمت: درج نہیں

لاہور میں ملنے کا پتا: دارالکتاب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز A-4-17 ناظم آباد نمبر 4 کراچی نمبر 18

''فرہنگ سیرت'' ایک خوبصورت لغت ہے جس میں ہر اُس مشکل لفظ کا احاطہ کیا گیا ہے جو سیرت کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ حرمین شریفین کے اکثر مقامات، افراد و قبائل کی تحقیقی اور تفصیلی، تاریخی، جغرافیائی لحاظ سے سیرت کی کتب میں استعمال ہونے والے وہ الفاظ جن کا کسی طرح بھی تعلق رسول پاک ﷺ کی ذات پاک سے ہے۔ حروف تہجی کے حساب سے ایک جگہ مرتب کر دیئے گئے ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً تین ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ قبائل، غزوات، سرایا، وادیاں، پہاڑ، راستے، پتھر، برتن، کھانے، پھول، کنویں، سکّے، جانور، قلعہ، بت، میدان، گھاٹیاں، پیمانے، درخت، تالاب، کاہن وغیرہ کی چیزوں کی بابت اجمالی معلومات، مؤلف نے اس کتاب میں جمع کر دی ہیں۔ قارئین کے لئے یہ کتاب اردو زبان میں بلاشبہ ایک بیش بہا علمی خزانہ ہے۔ سیرت النبی ﷺ کا انسائیکلوپیڈیا۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے، جس میں الفاظ اور ان کی تفصیل کے علاوہ تیس نقشے بھی شامل ہیں، جن میں غزوات، سرزمین انبیاءؑ، عرب قبائل، قریش کے تجارتی راستے، حجاز کے بازار اور ادبی پہلوؤں کی عکاسی کی گئی ہے۔ جناب سیّد فضل الرحمٰن کی یہ کاوش واقعی قابلِ ستائش ہے۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

قائدِ احرار، ابن امیر شریعت، حضرت پیرجی

سیّد عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

30 اکتوبر 2003ء
بروز جمعرات بعد نماز مغرب

نوٹ
موسم کے مطابق گرم چادر ہمراہ لائیں

الداعی
سید محمد کفیل بخاری، ناظم مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان فون: 061-511961

(ادارہ)

اخبارالاحرار

(رہنمایانِ احرار کی تبلیغی و تنظیمی سرگرمیاں)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سامراج اور اُن کے ایجنٹ قادیانیوں کے سب سے بڑے دشمن تھے
مجلس احرار اسلام اُن کے مشن کو جاری رکھے گی

''امیر شریعت سیمینار'' سے سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد، عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری پروفیسر عطاء اللہ اعوان اور دیگر کا خطاب

بہاول پور (محمد معاویہ رضوان ۔۳۰؍اگست) مجلس احرار اسلام بہاول پور کے زیرِ اہتمام رشیدیہ آڈیٹوریم ماڈل ٹاؤن اے، بہاولپور میں امیر شریعتؒ سیمنار منعقد ہوا جس کی صدارت ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی سیّد عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے کی۔ سیمینار کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ رسول مقبول ﷺ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی سعادت سید مجیب الرحمٰن بخاری نے حاصل کی اور سٹیج سیکرٹری کے فرائض راقم (محمد معاویہ رضوان) نے ادا کئے۔ سیمینار میں بہاول پور کے مختلف شعبۂ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ سیمینار کے سب سے پہلے مقرر ڈاکٹر عبدالرازق تھے۔ جنہوں نے امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات کے مختلف گوشوں پر گفتگو کی اور ان کی تقاریر سے کچھ اقتباسات بھی پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد جمعیت علماء اسلام کی مرکزی شوریٰ کے رکن جناب سلیم انصاری نے کہا کہ حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنی خطابت سے برصغیر پاک و ہند کے کروڑوں انسانوں کو آزادی جیسے جذبے سے روشناس کرایا۔ بہاول پور کے مشہور کالم نویس اور صحافی مرزا نعیم اختر نے کہا کہ شاہ جی ایک بے مثال خطیب ،آزادیٔ وطن کے قافلے کے سالار اور تحریک تحفظِ ختم نبوت کے روح رواں تھے۔ ان کے مشن کو نئی نسل تک پہنچانا بہت ضروری ہے۔ مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما مولانا عبدالنعیم نعمانی نے کہا کہ شاہ جی سچے عاشقِ رسول ﷺ اور اللہ کی طرف سے نعمتِ عظیمہ تھے۔ مجلس احرار اسلام ان کے مشن کو لے کر چل رہی ہے۔ پروفیسر عطاء اللہ اعوان نے کہا کہ شاہ جی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسا شخص نہیں دیکھا۔ شاہ جی کی شخصیت ہی ایسی تھی ان سے جو بھی ملتا پھر انہی کا ہو رہتا وہ ہمارے دلوں میں زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا شاہ جی نے فرنگی استبداد کے خلاف اس وقت علم بغاوت بلند کیا جب سلطنتِ برطانیہ پر

سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور آزادی کی خواہش ایک دیوانے کا خواب سمجھی جاتی تھی۔ شاہ جی نے اپنے زورِ خطابت سے فرنگی ایوانوں میں ایسی آگ لگائی، جس سے اب تک دھواں اُٹھ رہا ہے۔ جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے سیکرٹری مفتی گلزار احمد گل نے کہا شاہ جی ایک بے مثال خطیب ایک مخلص رہنما، شاعر اور صوفی تھے۔ ان کی عظمت کا معیار یہ تھا کہ برصغیر پاک و ہند کے ۵۰۰ سے زائد علماء کرام نے ان کو اپنا امیر شریعت منتخب کیا تھا۔ محاسبہ مرزائیت اور آزادیٔ وطن کے لئے اپنی زندگی قربان کرنے والے شاہ جی اب بھی لاکھوں کروڑوں دلوں میں زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔ مجلس احرار اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ توحید کے مبلغ، عقیدۂ ختم نبوت کے محافظ، نبی کریم ﷺ کے سچے محبّ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جاں نثار اور اسلام کے عظیم مجاہد تھے۔ وہ اس سرزمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا عطیہ تھے۔ مؤرخ جب بھی تاریخ لکھے گا امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو سامراج کا سب سے بڑا دشمن ہی لکھے گا۔ مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ نئی نسل کو شاہ جی کے پرعظمت کارناموں سے روشناس کرانا ایک اہم فریضہ ہے، اس سے بڑھ کر ان کے پیغام اور مشن کو پھیلانا ضروری ہے اور ہم مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے اس مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم انگریز سامراج کے بعد اب امریکی سامراج کے خلاف جہاد کا علم بلند کریں۔ انہوں نے کہا کہ اس سرزمین پر سید عطاء اللہ شاہ بخاری عالمی استعمار کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ سب سے آخر میں صاحب صدر ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آزادیٔ وطن کے لئے جو خدمات پیش کیں وہ تاریخ آزادی کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ شاہ جی کی ساری زندگی سادہ اور الائشوں سے پاک تھی، وہ ایک درویش تھے، جنہوں نے کروڑوں لوگوں کے دلوں سے انگریز کا خوف نکال کر آزادیٔ وطن کا جذبہ پیدا کیا۔ امیر شریعت نے سامراج کے خلاف علم بلند کیا تو اس کو نکال کر دم لیا اور مرزائیت کا ایسا تعاقب کیا کہ وہ اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ انہوں نے کہا کہ آج بھی مجلس احرار اسلام شاہ جی کے مشن کو زندہ رکھے ہوئے مختلف محاذوں پر صف آراء ہے اور جب تک ہماری رگوں میں خون ہے ہم شاہ جی کے مقدس مشن کو جاری رکھیں گے۔ سیمینار کا اختتام حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی دعا سے ہوا۔

شاہ ولی اللہ کے بعد سب سے پہلے حکومتِ الٰہیہ کا نعرہ بلند کیا

''امیر شریعت سیمینار'' (پشاور) سے سید عطاء المہیمن بخاری، ڈاکٹر سید شیر علی شاہ، سید محمد کفیل بخاری، مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا راحت گل، مولانا سید العارفین، مولانا اورنگ زیب اعوان، اکرام اللہ شاہد ایڈووکیٹ (ڈپٹی سپیکر سرحد اسمبلی) اور دیگر کا خطاب

پشاور (قاری عطاء اللہ ارشد۔ ۹ ستمبر) مجلس احرار اسلام اور بزمِ امیر شریعت (پشاور) کے زیرِ اہتمام ۹ ستمبر بروز منگل بعد نماز عصر مرکز علوم اسلامیہ راحت آباد پشاور میں ''امیر شریعت سیمینار'' کا انعقاد کیا گیا۔ قائد احرار ابن امیر شریعت سید

عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی قیادت میں مجلس احرار اسلام کا نمائندہ وفد پشاور پہنچا۔ جس میں نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری (مدیر ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'')، چودھری محمد اکرام، ملک محمد یوسف، میاں محمد اویس، محمد ارسلان، فیض الحسن فیضی ایڈووکیٹ، حافظ شفیق الرحمٰن اور محمد انور شامل تھے۔ مرکز علوم اسلامیہ کے بانی حضرت مولانا راحت گل، مولانا سید العارفین

[redacted]

میں درجنوں علماء کرام، پشاور یونیورسٹی کے پروفیسرز، دینی مدارس کے سینکڑوں طلباء، کالجز ویونیورسٹی کے سٹوڈنٹس اور کوہاٹ، مردان، ہری پور، اکوڑہ خٹک اور چارسدہ سے بھی کثیر تعداد میں رفقاء نے شرکت کی۔ وسیع مسجد ومدرسہ کا احاطہ اپنی تنگ دامنی کا گلہ کر رہا تھا۔

قائدِ احرار پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے سامعین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''مجھے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا فرزند ہونے پر فخر ہے کہ اللہ نے مجھے اس عظیم مجاہدِ اسلام کے گھر پیدا کیا۔ ہمیں اپنے احراری ہونے پر بھی فخر ہے کہ مجلس احرار اسلام مجاوروں کی نہیں، مجاہدوں کی جماعت ہے۔ سب سے بڑی نسبت دین کی ہے جو اللہ نے ہمیں نصیب فرمائی ہے۔ سعادت مند وخوش بخت ہے وہ شخص جو دین کا سپاہی ہے اور ذلیل ہے وہ شخص جو دین کا باغی ہے۔ والد ماجد کی شخصیت کو سمجھنے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ فرنگی اقتدار کا عروج تھا اور فرعون کی طرح انگریز کی رعونت تھی۔ انہوں نے محض اللہ کی مدد سے انگریزی اقتدار اور مظالم کو چیلنج کیا اور جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں کھڑے ہوگئے۔ آپ اپنے دور میں اکابرِ علماء حق کے حقیقی نمائندے اور انگریز کے سب سے بڑے باغی ودشمن تھے۔ انگریز دشمنی اُن کا نصب العین تھا۔ انہوں نے اس راہ میں سب کچھ قربان کیا اور کوئی چیز اُنہیں اس مشن سے ہٹا نہ سکی۔ فرنگی سے بغاوت ہمیں ورثے میں ملی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے بعد سب سے پہلے شاہ جی نے حکومتِ الٰہیہ کے قیام کا نعرہ بلند کیا۔

حضرت پیر جی مدظلہ نے اپنے عظیم والد گرامی قدر کے تفسیری نکات، اشعار اور ایمان افروز واقعات سنا کر سامعین کے قلوب واذہان کو منور کیا۔ بعد ازاں سامعین کے اصرار پر لحن داؤدی میں قرآن مجید کی تلاوت اس طرح کی کہ مرکز علوم اسلامیہ کے درو دیوار بھی سامعین کے ساتھ جھوم اٹھے اور شاہ جیؒ کے دور کی یاد تازہ ہوگئی اور ہر طرف ''ماشاء اللہ، سبحان اللہ'' کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

[redacted]

تعلیمات اور افکار سے ہمیں دو چند فائدہ پہنچتا۔ آپ کی خطابت محبت رسول ﷺ میں رچی بسی تھی۔ آپ نے اپنی زندگی اعلائے کلمۃ الحق کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ آج بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان کی تعلیمات اور کردار کی روشنی میں اپنی منزل کا تعین کریں کہ یہ اکابر ہمارے لئے مینارۂ نور ہیں۔

نواسۂ امیر شریعت مولانا سید محمد کفیل بخاری نے اپنے ولولہ انگیز خطاب میں فرمایا کہ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ نے جس عہد میں اجتماعی وسیاسی زندگی کا آغاز کیا تب ہر میدان میں بڑی قد آور شخصیات موجود تھیں۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ

نے اپنے اس بندے سے جو عظیم الشان کام لینا تھا۔اس کے لیے تمام شخصیات میں اُنہیں ممتاز کیا۔علماء و مشائخ ،مفسرین و محدثین اور سیاسیین سب حضرت شاہ جی کی طرف متوجہ ہوئے اور شاہ جی کے معاون بن گئے۔اصل میں اللہ تعالیٰ نے شاہ جی کو بے پناہ ایمانی قوت،علم وفن،خلوص،للہٰیت اور جرأت و بہادری کے ساتھ خطابت کی نعمت سے مالا مال کیا تھا۔حضرت شاہ جی نے اپنی تمام صلاحیتوں کواسلام کے استحکام،آزادیٔ وطن اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کردیا۔وہ شاہ ولی اللہ،سید احمد شہید اور محمد قاسم نانوتوی کے مشن کے حقیقی وارث تھے۔آج بھی سامراج کی اسلام دشمنی کا راستہ روکنے کے لیےشاہ جی کے کردار کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

ڈپٹی سپیکر سرحد اسمبلی جناب اکرام اللہ شاہد ایڈووکیٹ نے کہا کہ میرے والد مولانا مدرار اللہ مدرارؔ مرحوم حضرت امیر [redacted] اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں۔امیر شریعت اور ان کی جماعت مجلس احرار اسلام کی خدمات تاریخِ حریت میں نا قابل فراموش [redacted] تصویر تھی۔تصویر دیکھ کر شاہ جی کے حسن کی زیبائی و رعنائی نے کتاب کے مطالعہ پر مجبور کیا۔یوں اس کتاب کے مطالعہ سے دینی [redacted] ،محدث بھی اور مفسر بھی۔سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایک ولی کامل تھے۔مولانا ظفر علی خانؒ نے اُن کی خطابت کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے۔

کانوں میں گونجتے ہیں بخاریؔ کے زمزمے

بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسول میں

صوبائی اسمبلی کے جواں سال ممبر حکیم محمد ابراہیم قاسمی نے کہا کہ ان کی مسحور کن تلاوت اور خطابت کسی کرامت سے کم نہیں تھی۔جرأت و بہادری اور اخلاص ان کا شعار تھا۔حق کی راہ میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا ہمارے اکابر کا ورثہ ہے۔ ہم عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور عظمت صحابہؓ کے دفاع کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

بزم امیر شریعت کے صدر اور ماہنامہ ''الراحۃ'' کے مدیرِ اعلیٰ مولانا سید العارفین نے کہا کہ ہماری خوش بختی ہے کہ قائدین احرار یہاں تشریف لائے اور ہمیں خدمت کا موقع عطا کیا۔قرآن مجید کی انقلابی دعوت شاہ جیؒ کی خطابت کا محور تھی۔شیخ الحدیث مولانا عبدالستار مروت نے کہا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ عاجزی وانکساری اور للّٰہیت کا پیکر تھے' جو انہیں ایک دفعہ دیکھتا وہ ان کی شخصیت کا اسیر ہو جاتا۔آج کے پُرفتن دور میں ضرورت اس بات کی ہے کہ شاہ جیؒ کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔امیر شیریعت سیمینار میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض بزم امیر شریعت کے جنرل سیکرٹری اور مدیر ماہنامہ ''الراحۃ'' مولانا محمد اورنگ زیب اعوان نے ادا کیے۔

ابن امیر شریعت،قائدِ احرار حضرت سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ' پہلی مرتبہ پشاور تشریف لائے۔۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے بعد یہ پہلا جلسہ تھا جس میں قائدینِ احرار تشریف لائے۔اس کا سہرا مولانا اورنگ زیب اعوان کے سر

ہے۔اور پھر حضرت مولانا راحت گل اور مولانا سید العارفین نے میزبانی، اکرام اور خدمت کا حق ادا کیا۔اللہ تعالیٰ انہیں جزاءِ خیر عطا فرمائے (آمین) ان شاءاللہ ان حضرات کے تعاون سے حضرت پیر جی مدظلہ آئندہ بھی پشاور تشریف لاتے رہیں گے اور شاہ جی کے محبین کی پیاس بجھاتے رہیں گے۔

اسرائیل کو تسلیم کرنا اور عراق میں فوج بھیجنا مسلمانوں سے غداری ہے

مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کی قراردادیں

لاہور (۱۰راگست) مجلس احرار اسلام نے واضح کیا ہے کہ وہ امتِ مسلمہ کے خلاف امریکی جارحیت کے حوالے سے رائے عامہ کو منظم کرنے کا کام جاری رکھے گی اور عراق میں فوج بھیجنے اور اسرائیل کو تسلیم کرنے کو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف غداری تصور کرتی ہے یہ اعلان قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی زیرِ صدارت منعقد ہونے والے مجلس احرارِ اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں کیا گیا۔ اجلاس سے چوہدری ثناء اللہ بھٹہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس، عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد یوسف احرار، غلام رسول نیازی، صوفی نذیر احمد اور دیگر رہنماؤں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسلم حکمرانوں کو خاموش تماشائی بننے کی بجائے اپنا کردار ادا کرنے کا فیصلہ کرنا چاہیے۔سرکاری سطح پر بڑھتے ہوئے قادیانی اثر ونفوذ انتہائی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ سول اور فوج میں مسلط پانچ سو سے زائد قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے الگ کرے اور سفارتی سطح پر بیرون ممالک عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کیلئے اقدامات کرے نیز امتناع قادیانیت آرڈیننس پر مؤثر عمل درآمد اور چناب نگر سے قادیانیوں کی اجارہ داری ختم کرائی جائے۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومتِ پاکستان ایل۔ایف۔او کے مسئلہ پر مخالف سیاسی جماعتوں کے موقف پر ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ایل ایف او کے تنازعہ میں مجلس احرار سیاسی جماعتوں کے موقف کی تائید کرتی ہے۔

’’یومِ تحفظ ختم نبوت‘‘ (چیچہ وطنی)

پانچ سو سے زائد قادیانیوں کو انتہائی حساس اور کلیدی عہدوں پر مسلط کیا جاچکا ہے

سید عطاء المہیمن بخاری

چیچہ وطنی (۵رستمبر) مرکزی جامع مسجد عثمانیہ میں ’’یوم تحفظ ختم نبوت‘‘ کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے، مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ اسلامی ریاست میں اسلام کے اساسی نظریے کے خلاف کام کو بغاوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو عملی جامہ نہ پہنانا حکمرانوں کی بدنیتی

ہے۔مرتد کی شرعی سزا کے نفاذ تک ہماری پرامن جدوجہد جاری رہے گی۔انہوں نے کہا کہ ۷ستمبر تحریک ختم نبوت کی تاریخ میں تاریخی اور یادگار دن ہے، جب شہداءِ ختم نبوت کا خونِ بے گناہی رنگ لایا اور پارلیمنٹ نے کلی اتفاق کے ساتھ لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ یہ ان اکابر احرار اور علماءِ حق کی جدوجہد کا نتیجہ تھا۔جنہوں نے ساری عمر فتنۂ قادیانیت کے کفرو ارتداد اور دجل وفریب سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں۔سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ موجودہ حکومت قادیانیوں کی اسلام اور ملک دشمن سرگرمیوں کو تحفظ فراہم کر رہی ہے۔انہوں نے الزام لگایا کہ انتہائی حساس اور کلیدی عہدوں پر پانچ سو سے زائد قادیانیوں کو سول اور فوج میں مسلط کیا جا چکا ہے جو ملکی دفاع کے حوالے سے بھی ایک سوالیہ نشان ہے۔

قادیانیت کے خلاف مجلس احرار اسلام کے جرأت مندانہ کردار کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا

حدود آرڈی نینس کے خلاف خواتین کمیشن کی سفارشات مسترد کرتے ہیں

لاہور (۷ستمبر) ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دورِ اقتدار میں ۷ستمبر ۱۹۷۴ء کو پارلیمنٹ میں لاہوری وقادیانی گروہوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے تاریخی دن کے حوالے سے تحریک تحفظ ختم نبوت اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام ملک بھر میں ''یوم تحفظ ختم نبوت'' (یوم قرار داد اقلیت) جوش و جذبے کے ساتھ منایا گیا۔مختلف مقامات پر دینی جماعتوں کے زیر اہتمام اجتماعات اور سیمینارز منعقد ہوئے، جن میں اس عزم کا اعادہ کیا گیا کہ شہداءِ ختم نبوت کا مشن جاری ہے اور جاری رہے گا۔ نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی دفتر میں ''یوم تحفظ ختم نبوت'' کے بڑے اجتماع کی صدارت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے کی جبکہ ملت اسلامیہ کے مرکزی کنونیز مولانا محمد اعظم طارق (ایم این اے) اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ کے صاحبزادے مولانا رشید احمد مہمانان خصوصی تھے۔مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا محب النبی، چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ، قاری محمد یوسف احرار، مولانا عبدالنعیم نعمانی سمیت دیگر مقررین نے خطاب کیا۔

قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت میں مسلم لیگی حکمرانوں نے دس ہزار نہتے مسلمانوں کو اس جرم میں گولیوں سے بھون ڈالا کہ وہ ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ چاہتے تھے۔ جبکہ ۱۹۷۴ء کی تحریک کے نتیجہ میں پیپلز پارٹی کے دورِ اقتدار میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ یہ دراصل شہداءِ ختم نبوت

کے خون بے گناہی کا صدقہ اور اکابر احرار کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ تھا۔انہوں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریز سامراج نے مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے اور جذبۂ جہاد ختم کرنے کے لئے پیدا کیا تھا اور خود مرزا قادیانی کے بقول ''میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں'' ہمارے موقف اور دعوے کی تائید ہوتی ہے۔انہوں نے کہا کہ آج بھی یہ گروہ اسلام کے نام پر کفر وارتداد پھیلا رہا ہے۔سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ ۷ستمبر کا دن جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا' ہماری دینی و ملی تاریخی کا سنہری باب ہے۔یہ دن فتح مبین کی حیثیت رکھتا ہے۔جب شہداء ختم نبوت کا خون بے گناہی رنگ لایا اور امت کی سو سالہ جدوجہد بار آور ہوئی۔انہوں نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں ارتداد سزا نافذ کی جائے۔انہوں نے کہا کہ ہم اس لیے بھی ایل ایف او کے مسئلے پر حزب اختلاف کے موقف کے حامی ہیں کہ یہ اسلامی دفعات کو ختم کرنے کی خطرناک سازش کا حصہ ہے۔

ملتِ اسلامیہ کے کنوینز مولانا محمد اعظم طارق نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور اُن کی جماعت مجلس احرار اسلام نے قادیانی فتنے سے اُمت مسلمہ کو بچانے اور مسلمانوں کے عقیدہ کو محفوظ کرنے کے لیے جو جراٗت مندانہ کردار ادا کیا' اسے تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔احرار کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے قادیانیوں کے دجل وفریب سے دنیا کو آگاہ کیا۔اگر قافلۂ احرار کے شہداء قربانی نہ دیتے تو آج ملک پر قادیانیوں کی حکومت ہوتی۔انہوں نے کہا کہ تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس صحابہ کی تحریک کو ہر حال میں زندہ رکھا جائے گا۔ختم نبوت کا مسئلہ امت مسلمہ کی شہ رگ ہے۔اس سے غداری کرنے والے اپنے منطقی انجام کو ضرور پہنچیں گے۔انہوں نے کہا کہ میری جماعت ''ملتِ اسلامیہ'' تحفظ ختم نبوت اور تحفظِ ناموسِ صحابہ کے لیے مجلس احرار اسلام کا بھرپور ساتھ دے گی۔

مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ موجودہ حکمرانوں نے قادیانیت نوازی کے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔انتہائی حساس اداروں اور کلیدی عہدے قادیانیوں اور دین دشمنوں کے سپرد کردیئے گئے ہیں مگر ہم جو جنگ لڑ رہے ہیں وہ اقتدار کے حصول کی جنگ نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ کے منصب ختم نبوت کی جنگ ہے اور ہماری کوئی سیاسی مجبوری نہیں کہ ہم اپنے موقف سے دستبردار ہو جائیں۔سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو عملی جامہ نہ پہنانا آئین سے انحراف اور اسلامی نظام سے فرار کے مترادف ہے۔انہوں نے کہا کہ قادیانی گروہ علانیہ ارتداد پھیلا رہا ہے جبکہ قانونِ امتناع قادیانیت کی مسلسل خلاف ورزی ہو رہی ہے اور حکومت قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کو تحفظ فراہم کر رہی ہے عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ خواتین کمیشن کی جانب سے حدود آرڈیننس کو ختم کرنے کے لئے کی گئیں سفارشات کا واضح مطلب یہ ہے کہ حکومت دستور کی اسلامی دفعات کو ایک ایک کر کے ختم کرنا چاہتی ہے۔حدود آرڈیننس حدود اللہ پر مبنی ہے اس کو کسی قیمت پر ختم نہیں ہونے دیں گے اور ہر سطح پر بھرپور مزاحمت کی جائے گی۔انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کو ان کی متعینہ حیثیت کا پابند نہ کیا گیا تو کشیدگی بڑھے گی۔قاری محمد یوسف احرار نے کہا کہ سول اور فوج میں کلیدی عہدوں پر قادیانیوں کا تسلط بڑھ رہا ہے جو ملکی سلامتی کے حوالے سے تمام مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

کانفرنس میں متعدد قراردادیں بھی منظور کی گئیں جن میں اسرائیل کو تسلیم کرنے اور عراق میں فوج بھیجنے جیسی آراء کو مسترد کیا گیا اور کہا گیا کہ مشرف حکومت اپنے آپ کو ناگزیر قرار دے کر امت مسلمہ سے غداری کی مرتکب ہو رہی ہے۔ ایک قرار داد میں سرکاری خواتین کمیشن کی جانب سے حدود آرڈیننس کو ختم کرنے کے لئے پیش کی گئی سفارشات کو مسترد کر دیا گیا اور کہا گیا کہ سب کچھ ملک کے اسلامی و نظریاتی تشخص کی تباہی کے لئے کیا جا رہا ہے۔ ایک قرارداد میں امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کی صورتحال کو انتہائی غیر تسلی بخش قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ چناب نگر سمیت پورے ملک میں عمل درآمد کرایا جائے۔ نیز قادیانی عبادت گاہوں کی مساجد سے مشابہت ختم کرائی جائے اور اسلامی شعار کے استعمال سے قادیانیوں کو روکا جائے۔ ایک اور قرارداد میں جرمنی کی قادیانی جماعت کے سربراہ راحیل احمد شیخ کی طرف سے قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کرنے کے فیصلے پر ان کو مبارکباد پیش کی گئی اور قادیانیوں سے اپیل کی گئی کہ وہ راحیل احمد شیخ کی طرف سے تحریر کردہ خط جو انہوں نے مرزا مسرور اور دیگر قادیانیوں کو بھیجا ہے اس کا ٹھنڈے دل سے ضرور مطالعہ کریں۔ کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو قانونی شکل دے کر آئین کے تقاضے پورے کئے جائیں اور مرتد کی شرعی سزا کا فوری نفاذ کیا جائے۔ ایک قرارداد میں گورنمنٹ کوئین میری کالج لاہور کی قادیانی پرنسپل ڈاکٹر نسرین کی تبلیغی وارتدادی سرگرمیوں پر گہری تشویش ظاہر کی گئی اور اس کی فوری برطرفی کا مطالبہ کیا گیا۔

خلافت کو ناقابل عمل کہنا جہالت ہے

لاہور (۱۲ ستمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ اور میاں محمد اویس نے جنرل پرویز مشرف کی طرف سے ''خلافت'' کو اکیسویں صدی میں ناقابل عمل قرار دینے کو ''ہذیان و جہالت'' قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کی مجبوریوں اور زمینی حقائق کا (معاذ اللہ) ادراک نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنی مطلق العنانیت کے زعم میں بہت آگے چلے گئے ہیں اور [redacted]

''ختم نبوت سیمینار'' (ساہیوال)

[redacted]

مسلمانوں کے مذہبی و انسانی حقوق کے حوالے سے قادیانی گروہ کو پابند کرے کہ وہ دین اسلام کے ٹائٹل اور اسلامی شعائر کا استعمال ترک کر دے اور آئین پاکستان کی رو سے اپنی متعینہ حیثیت کو تسلیم کرے اور اپنے قانونی دائرہ کار میں رہے' ورنہ یہ کشیدگی بڑھے گی' جس کی ذمہ داری قادیانی جماعت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں پر ہوگی۔

ان خیالات کا اظہار ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ میں لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے

کے تاریخی فیصلہ کے حوالے سے جامعہ محمدیہ ساہیوال میں منعقدہ ’’ختم نبوت سیمینار‘‘ سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایک سوسالہ تاریخی جدوجہد اور قربانیوں کے بعد فتنۂ قادیانیت کے ناسور کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جو شہداء ختم نبوت کے خونِ بے گناہی کا صدقہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ استعمار کے ایجنڈوں کا آخری دم تک مقابلہ کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ۷ ستمبر مسلمانوں کی فتح مبین کا دن ہے جس کو تحریک تحفظ ختم نبوت کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ اسٹیبلشمنٹ اور بیوروکریسی میں گھسے ہوئے قادیانی دن رات ملکی سلامتی کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ بیرون ممالک سفارت خانوں کے ذریعے قومی دولت قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کے لیے خرچ ہورہی ہے اگر اعلیٰ سطح پر غیر جانبدارانہ انکوائری کرائی جائے تو یہ بات ثابت کرنا مشکل نہیں کہ ملک کے اندر خلفشار اور فرقہ وارانہ قتل وغارت گری کے پیچھے قادیانی عنصر موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ حاجی نمازی حکمرانوں نے ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک کو کرش کرنے کے لیے دس ہزار فرزندانِ توحید کے خون سے ہاتھ رنگے اور ملک کو نظریاتی اور دفاعی لحاظ سے کمزور کرنے کے لیے موسیو ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے الگ نہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ شہداء ختم نبوت خون کی قربانی نہ دیتے تو یہ ملک قادیانی سٹیٹ بن چکا ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ بالآخر ۱۹۷۴ء میں ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ اقتدار میں پارلیمنٹ میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا جب کہ ۱۹۸۴ء میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دورِ اقتدار میں امتناع قادیانیت ایکٹ منظور ہوا جو ان دونوں حکمرانوں کے ملت اسلامیہ کے لیے عظیم کارہائے نمایاں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھٹو مرحوم نے پھانسی سے قبل جیل میں اپنی ڈیوٹی پر متعین کرنل رفیع سے کہا کہ ’’میرے پاس اس کے سوا کوئی نیکی نہیں کہ میں نے منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔ میری بخشش ہوئی تو صرف اس وجہ سے ہوگی۔‘‘ بھٹو مرحوم نے مزید کہا کہ ’’قادیانی پاکستان میں وہ حیثیت حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔‘‘

سیمینار سے مولانا عبدالحکیم نعمانی اور قاری عبدالجبار نے بھی خطاب کیا۔ جبکہ درج ذیل قراردادیں بھی منظور کی گئیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں قانون سازی کی جائے۔ مرتد کی شرعی سزا بلاتاخیر نافذ کی جائے۔ سودی نظام معیشت ختم کیا جائے۔ چناب نگر سمیت پورے ملک میں [redacted] ایکٹ پر موثر عمل درآمد کرایا جائے۔ سول اور فوج کے کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔ بمعہ [redacted] سیمینار میں نظام خلافت کو اکیسویں صدی کے لیے ناقابل عمل قرار دینے کے صدرِ مملکت کے ریمارکس کی شدید مذمت کی گئی اور کہا گیا کہ خلافت اسلامیہ کے احیاء اور اسلامی قوانین کے نفاذ کی جدوجہد ہمارا مقصدِ حیات ہے۔ ایک اور قرارداد میں حدود آرڈیننس کو ختم کرنے کے لیے خواتین کمیشن کی سفارشات کو مسترد کرتے ہوئے کہا گیا کہ قرآن وسنت سے ماخوذ سزاؤں کے بارے میں ہرزہ سرائی کو کسی طرح بھی برداشت نہیں کیا جائے گا۔

چیچہ وطنی میں قادیانی کا قبول اسلام

چیچہ وطنی (۹/اگست) منیر احمد نامی قادیانی نے قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام قبول کرلیا۔تفصیلات کے مطابق چیچہ وطنی کے چک نمبر 30۔11ایل کے رہائشی منیر احمد ولد نذیر احمد قوم گل نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات کو کفر ارتداد اور گمراہی قرار دیتے ہوئے قادیانی مذہب کو ترک کرنے کا اعلان مولانا محمد ارشاد کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے جامع مسجد میں ایک اجتماع کیا۔مجلس احرارِ اسلام کے رہنما عبداللطیف خالد چیمہ نے اس موقع پر خطاب کرتے کہا کہ قادیانی گروہ اپنے ارتداد کو پھیلانے کیلئے کروڑوں ڈالر خرچ کررہے ہیں لیکن وہ کسی سچے مسلمان کے ایمان کو نہیں خرید سکتے جبکہ قادیانیت ترک کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے بعد ازاں دفتر مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی میں نو مسلم منیر احمد کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں مجلس احرارِ اسلام اور تحریکِ ختمِ نبوت کے کارکنوں کے علاوہ ممتاز شہریوں دینی کارکنوں اور صحافیوں نے شرکت کی۔

محکمہ اوقاف میں قادیانی سیکرٹری کی تعیناتی

لندن میں قائم عالمی ورلڈ اسلامک سنٹر اور جماعت اہلِ سنت نے گذشتہ دنوں ایک کھلا خط جاری کیا جس میں اربابِ اقتدار کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی گئی کہ محکمہ اوقاف میں سیکرٹری کے عہدے پر مسٹر جاوید احمد اعوان قادیانی کو تعینات کرنا کروڑوں پاکستانیوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے مترادف ہے مسٹر جاوید احمد اعوان قادیانی مرزا طاہر آنجہانی کی مرگ کے بعد برطانیہ گیا۔وہاں انہوں نے جماعت احمدیہ کے موجودہ امیر مرزا مسرور کے ہاتھ پر نہ صرف تجدید بیعت کی بلکہ جماعت احمدیہ کے فنڈ میں ۵ لاکھ روپے کی خطیر رقم اسلام اور پاکستان دشمن سرگرمیوں کے لیے عطیہ کی۔ایسے شخص کا اتنے اہم کلیدی عہدے پر قائم رہنا یقیناً شہداء تحریک پاکستان کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ہم ان سطور کے ذریعے اربابِ اقتدار سے گزارش کرتے ہیں کہ محکمہ اوقاف سمیت دیگر تمام کلیدی عہدوں سے اسلام اور وطن کے ان غداروں کو فوری طور پر ہٹا کر اسلامیان پاکستان کو مطمئن کیا جائے۔

شیخ راحیل احمد پیدائشی قادیانی تھے اور مرکزی جماعت کے اہم عہدوں پر فائز تھے

لاہور (۲۷/اگست) جرمنی کے جماعت احمدیہ کے سربراہ اور عالمی جماعت کے مرکزی رہنما شیخ راحیل احمد نے قادیانی مذہب سے توبہ کرتے ہوئے اسلام قبول کرلیا ہے۔ان کے داماد سمیت خاندان کے دیگر ۹ افراد نے بھی جماعت احمدیہ سے علیحدگی اختیار کرلی۔

ذرائع کے مطابق شیخ راحیل کی عمر ۵۶ سال ہے وہ قادیان میں پیدا ہوئے اور بعد ازاں ربوہ منتقل ہوگئے۔ پیدائشی

قادیانی ہونے کے سبب جماعت احمدیہ کے متحرک رکن کے طور پر طویل عرصے تک کام کرتے رہے۔ وہ گذشتہ کئی سالوں سے مرکزی جماعت کے اہم عہدوں پر فائز رہے۔ اور بعدازاں جرمنی منتقل ہونے کے بعد انہیں قادیانی جماعت جرمنی کا ذمہ دار نامزد کردیا گیا۔ انہوں نے پاکستان میں قادیانیوں کے سیاسی حالات اور حکومتوں کی جانب سے قادیانی مخالف اقدامات پر دو کتابیں بھی تحریر کی ہیں۔ شیخ راحیل احمد انٹرنیٹ کے ذریعے بھی قادیانیوں کی جانب سے مناظروں اور مباحثوں میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ ان کی جماعت احمدیہ سے علیحدگی اور اسلام قبول کئے جانے کی اطلاع مرزا مسرور احمد کو گذشتہ روز جرمنی کے شہر فرینکفرٹ میں دی گئی۔ اتوار کے روز سالانہ جلسہ احمدیہ جرمنی میں شرکت کیلئے جرمنی پہنچے ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ شیخ راحیل کی جماعت احمدیہ سے علیحدگی کے سبب جرمنی میں ہونے والا سالانہ جلسہ بری طرح ناکامی کا شکار ہوگیا ہے۔ ختم نبوت اکیڈمی لندن کے مرکزی رہنما مولانا سہیل باوانے شیخ راحیل کی جماعت احمدیہ سے علیحدگی کی تصدیق کرتے ہوئے کہا ہے کہ شیخ راحیل گذشتہ ایک سال سے ان سے چیٹ ٹاک پر بات کرتے رہے ہیں اور ''دانش'' کے فرضی نام کے ساتھ انہوں نے قادیانی مذہب کی تبلیغ میں اہم کردار ادا کیا مگر اب اللہ عزوجل نے انہیں ہدایت دی ہے اور انہوں نے ۱۹ افراد کے ساتھ اسلام قبول کرلیا ہے اور وہ دین کی خدمت کریں گے۔ دریں اثنا جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا مسرور احمد کے نام لکھے گئے اپنے خط میں شیخ راحیل احمد نے کہا ہے کہ وہ سترہ سال سے جرمنی میں ہیں اور اب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں اور جماعت احمدیہ سے ان کی وابستگی بے معنی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جماعت احمدیہ کوئی اسلامی فرقہ نہیں ہے بلکہ مذہب کے نام پر پیسا اکٹھا کرنے والا ادارہ ہے اگر عہدیداروں کو غلط بات، سیاست سے بچنے یا کسی مجبوری کے سبب جماعت کے کام سے معذرت کی جائے تو شراب پینے والے افراد مسلط کردئے جاتے ہیں۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کے دیگر عہدیداروں کی جانب سے جرمنی میں جماعت احمدیہ کے نام پر مال کمانے ظلم کرنے اور دیگر اقدامات کا بھی ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ وہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اب اسلام کے نام پر استحصالی نظام سے تعلق توڑ کر محمد ﷺ کی صحیح غلامی میں آجائیں۔ انہوں نے خط کی نقول جماعت احمدیہ کے دیگر ذمہ داروں کو بھی روانہ کردی ہیں۔

(روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور۔ ۲۷ راگست ۲۰۰۳ء)

☆ ممتاز دانشور، افسانہ نگار اور ہمارے مخلص دوست محترم جاوید اختر بھٹی (ملتان)

☆ مجلس احرار اسلام کراچی کے رہنما محترم شفیع الرحمٰن احرار

اللہ تعالیٰ تمام مریضوں کو صحتِ کاملہ عطاء فرمائے۔ (آمین)

قارئین سے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔ (ادارہ)

ساغر اقبالی

آخری صفحہ

☆ قیامِ پاکستان سے قبل، حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ بستی باگڑ سرگانہ، ضلع خانیوال (تب ضلع ملتان) میں تشریف لائے۔ سہ روزہ "احرار کانفرنس" تھی۔

نمازِ فجر کے بعد ایک دیہاتی آیا اور شاہ جی سے کہا:

"مجھے بیعت کرلیں"

شاہ جی نے اُسے ٹالنے کی کوشش کی اور فرمایا:

"میاں! لاہور چلے جاؤ اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی بیعت کرلو"

وہ شخص اُس وقت تو چلا گیا مگر دوسری صبح پھر آ گیا اور اپنا وہی مطالبہ دہرایا۔ شاہ جی نے پھر ٹالا۔

تیسرے روز وہ پھر حاضر ہوا اور کہا کہ مجھے بیعت کرلو۔ شاہ جی نے جلال میں آ کر کہا

"میرے کندھوں پر سوار ہو جاؤ"

دیہاتی سمجھا یہی بیعت کا طریقہ ہے۔ اُس نے جست لگائی اور کندھوں پر سوار ہو گیا۔

شاہ جی نے فرمایا:

"میرے پیر مرشد نے تجھے بیعت کیا، مہربانی کرو اور نیچے اُترو۔

شاہ جیؒ اکثر فرماتے کہ میری زندگی میں یہ واحد شخص ہے کہ جب بھی میرے سامنے آتا ہے تو ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنستے ہیں مگر اندر کی بات ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔

☆ زندگی کے آخری ایّام میں مرزا غالب کی رہائش مسجد کے پچھواڑے میں تھی۔ کسی نے مکان کا پتہ پوچھا تو بے ساختہ کہا:

مسجد کے زیر سایہ اک گھر بنا لیا ہے
یہ بندۂ کمینہ ہمسایۂ خدا ہے

☆ ایک دن شیخ سعدی کے مکان پر ایک شخص عبداللہ نامی آیا۔ اُس کی آنکھ میں تل تھا۔ اتفاق سے شیخ سعدی گھر میں نہ تھے۔ وہ شخص چلا گیا۔ شیخ آئے تو لونڈی نے کہا "اے شیخ! ایک آدمی آیا تھا" شیخ نے نام پوچھا تو کہنے لگی۔ "غبد اللہ"، شیخ بولے "غبد اللہ کیا ہوا، تم جھوٹ بولتی ہو" لونڈی نے کہا۔ "اے شیخ! آپ کی جان کی قسم، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اُس کی عَین پر نقطہ ہے" (عَین عربی میں آنکھ کو کہتے ہیں) شیخ لونڈی کی اس نکتہ آفرینی پر بہت محظوظ ہوئے۔

دین و سیاست، تاریخ و سوانح اور تحقیق و تنقید پر مشتمل نئی کتابیں

حیاتِ بخاریؒ
بطل حریت، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
کی پہلی سوانح ★ اثر خامہ: خان غازی کابلیؒ
مدوّن: ڈاکٹر شاہد کاشمیری قیمت: -/120 روپے

خطباتِ شورش
بے باک صحافی، شعلہ نوا خطیب، عظیم مجاہد آزادی
آغا شورش کاشمیریؒ کے ہنگامہ خیز خطبات کا پہلا مجموعہ
مدوّن: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی قیمت: -/200 روپے

حیاتِ امیر شریعتؒ
بطل حریت، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
کے سوانحی حالات و واقعات
مصنف: جانباز مرزا مرحوم ★ قیمت: -/150 روپے

خواجہ عبدالرحیم عاجز
احوال و کلام
ایک تاریخی دستاویز، مطبوعہ و غیر مطبوعہ کلام
تحقیق: ڈاکٹر شاہد کاشمیری قیمت: -/200 روپے

احکام و مسائل
قیمت -/250 روپے
★ فرضیتِ تاریخ جمعہ و عیدین ★ نکاح، عقیقہ کے خطبات و مسائل، نماز استسقاء
★ قنوت نازلہ، فطرانہ، صدقہ اور زکوٰۃ و عشر کے مسائل پر ایک شاہکار تحقیقی کتاب
مصنف: جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ

سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہ
ایک مظلوم شخصیت، حقائق کے آئینے میں
مؤلف: حکیم محمود احمد ظفر قیمت: -/15 روپے

فتنۂ جمہوریت
★ جمہوریت خلافِ اسلام اور شیطانی نظام ہے
★ قرآن و حدیث اور تاریخی حوالوں کی روشنی میں
مصنف: حکیم محمود احمد ظفر قیمت: -/125 روپے

آزادی کی انقلابی تحریک
جنگ عظیم 1939ء کی فوجی بھرتی کے خلاف
مجلس احرار اسلام کی عظیم تحریک پر پہلی تحقیقی کتاب
مؤلف: محمد عمر فاروق قیمت: -/150 روپے

عقیدۂ ایصالِ ثواب
قرآن و حدیث کی روشنی میں
مؤلف: مولانا ابو ریحان عبدالغفور سیالکوٹی قیمت: -/20 روپے

مرد اور عورت کی نماز میں فرق
احادیث کی روشنی میں
مؤلف: مولانا ابو ریحان عبدالغفور سیالکوٹی قیمت: -/20 روپے

شعلۂ گفتار
خطیب بنی ہاشم سید عطاء المحسن بخاریؒ کے دینی، علمی، تاریخی
اور سیاسی خطبات کا مجموعہ ★ مرتب: سید محمد کفیل بخاری (زیر طبع)

سیلِ افکار
سید عطاء المحسن بخاریؒ کے فکر انگیز اخباری کالموں کا مجموعہ
ادب و انشاء، تجزیہ و تنقید اور فکر و نظر کا بہترین مرقع
مرتب: سید محمد کفیل بخاری (زیر طبع)

مولانا محمد علی جالندھریؒ
ایک مجاہد ختم نبوت اور مبلغ اسلام کی درویشانہ اور مجاہدانہ زندگی کے احوال
مؤلف: مولانا سعید الرحمٰن علویؒ
مقدمہ: حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ قیمت: -/100 روپے

فری میسنری (اسلام دشمن خفیہ یہودی تنظیم)
★ فری میسنری کی تین سو سالہ تاریخ ★ عالم اسلام کی تباہی میں سیاسی کردار
★ گھناؤنی سازشوں کی پردہ کشائی ★ اہم حقائق کا تجزیہ و مطالعہ
مؤلف: بشیر احمد (ایم اے) قیمت: -/200 روپے

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی، ملتان فون: 061-511961

قائم شدہ ۲۸ نومبر ۱۹۶۱ء

بہاد: مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ ملتان

توسیع کیلئے قطعہ اراضی کی خرید جس کا تخمینہ 25 لاکھ روپے ہے۔ احباب و متعلقین فوری توجہ فرمائیں اور آئندہ 3 یا 4 ماہ میں اس منصوبہ کو مکمل فرمائیں

بذریعہ بینک، چیک یا ڈرافٹ بنام مدرسہ معمورہ ملتان
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017، یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

* الحمد للہ درجہ حفظ و ناظرہ تعلیم قرآن کریم، درجہ کتب درس نظامی اور شعبہ پرائمری میں اس وقت 150 طلباء زیر تعلیم ہیں * 7 اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں * 50 طلباء مدرسہ میں رہائش پذیر ہیں * طالبات کیلئے جامعہ بستان عائشہ قائم ہے جس میں حفظ قرآن کریم اور دورہ حدیث تک تعلیم دی جاتی ہے * مدرسہ معمورہ، مجلس احرار اسلام کے شعبہ تعلیم "وفاق المدارس الاحرار" سے ملحق ہے * ملک کے مختلف شہروں میں 36 دینی مدارس وفاق المدارس الاحرار کے زیر انتظام چل رہے ہیں۔ * 15 مدارس کے اخراجات وفاق کے ذمہ ہیں * مدرسہ معمورہ اور جامعہ بستان عائشہ کا وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے بھی الحاق ہے اور اسی کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جا رہی ہے۔

الداعی الی الخیر: ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم مدرسہ معمورہ
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎ 061-511961